امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

سیرت و تاریخ

تحریر: علامہ محمد علی فاضل دامت برکاتہ

فہرست

ہمارے ساتویں امام اور نویں معصوم حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا:

نام نامی اسم گرامی: موسی. کنیت: ابوالحسن، ابوابراہیم، اور ابو علی ہے اور ابوالحسن اول اور ابوالحسن ماضی بھی آپ کو کہا جاتا ہے۔

لقب: کاظم عبد الصالح اور باب الحوائج ہے۔ کتاب الارشاد شیخ مفید ص ۲۷۹ میں ہے کہ آپ کو کاظم اس لیے کہتے ہیں کیونکہ آپ ظالموں کے ظلم کو برداشت کرتے اور اپنے غصے کو پی جاتے تھے۔ اور آپ نے اس قدر ظلم برداشت کئے اور غصے کو پیتے رہے کہ آپ کو زہر دے کر ظلم کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ آپ کے والد گرامی کا نام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہے اور مادر گرامی کا نام " حمیدہ مصفاۃ " ہے آپ کو " حمیدہ بربریہ " بھی کہتے ہیں۔ اسی مخدومہ کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: " حَمِيْدَةٌ مُصَفَّاةٌ مِّنَ الْاَدْنَاسِ كَسَبِيْكَةِ الذَّهَبِ مَا زَالَتِ الْاَمْلَاكُ يَحْرُسُهَا حَتّٰى اُدِّيَتِ اِلَيَّ كَرَامَةً مِنَ اللهِ لِي وَالْحُجَّةِ مِن بَعْدِي "، حمیدہ خالص سونے کی مانند ہر آلودگی سے پاک ہے خداوند عالم کے ملائکہ اس کی حفاظت کرتے رہے یہاں تک کہ وہ میرے پاس پہنچ گئیں اور یہ اللہ کی طرف سے میری عزت اور میرے بعد آنے والی حجت خدا کی وجہ سے ہے۔

ولادت باسعادت: طبرسی نے اعلام الوریٰ میں شہید اول نے الدروس میں اور فتال نیشاپوری نے روضۃ الواعظین میں لکھا ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت سات (۷) صفر المظفر ۱۲۸ ہجری میں " ابواء " کے مقام میں ہوئی جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک آبادی ہے جہاں پر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ جناب آمنہ سلام اللہ علیہا مدفون ہیں بصائر الدرجات جلد ۹ باب ۱۲ ص ۴۶۰ میں ہے۔

ابو بصیر کہتے ہیں کہ جس سفر کے دوران حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تھی اس میں ہم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہمراہ تھے جب ہمارے قافلہ نے '' ابواء'' کے مقام پر قیام کیا تو امام علیہ السلام نے ہمارے اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے لئے کافی مقدار میں لذیذ کھانا تیار کرایا۔ ابھی ہم کھانا کھا ہی رہے تھے کہ اتنے میں جناب حمیدہ خاتون سلام اللہ علیہا کی طرف سے امام کے پاس پیغام آیا کہ آپ تشریف لے آیئے، کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ نومولود کی ولادت سے پہلے مجھے بتانا تاکہ میں ہی سب سے پہلے اس کا دیدار کروں تو امام علیہ السلام یہ پیغام سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور حرم سرا میں تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر میں واپس آگئے اس وقت آپ کے بازو کھلے ہوئے تھے اور آپ مسکرا رہے تھے۔ ہم نے کہا خدا آپ کو ہمیشہ ہنستا مسکراتا رکھے اور آپ کی آنکھیں ہمیشہ روشن رہیں۔ خیر کی کیا خبر ہے۔ امام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرزند عطا فرمایا ہے۔ جو اللہ کی بہترین مخلوق ہے اور حمیدہ نے مجھے ایک بات بتائی ہے جس کے بارے میں پہلے سے مطلع تھا میں نے عرض کیا انہوں نے کیا بتایا ہے؟ امام نے فرمایا کہ انہوں نے کہا ہے کہ جب نومولود نے دنیا میں پہلا قدم رکھا تو اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور سر آسمان کی طرف کر دیا۔ امامؑ نے فرمایا میں نے اسے کہا ہے کہ یہ رسول خدا (ص) اور ان کے بعد آنے والے اماموں کی علامت ہے۔

شہادت: اعلام الوری کے مطابق آپ کی شہادت پچیس (۲۵) رجب سنہ ۱۳۸ ہجری میں ہوئی۔ بغداد کے زندان میں ملعون سندی بن شاہک نے آپ کو زہر سے شہید کر دیا۔ **مدفن:** بغداد کے نزدیک مقابر قریش میں آپ کو دفن کیا گیا جسے آج کاظمین کہتے ہیں۔

مدت عمر: آپ کی عمر پچپن سال (۵۵)

عرصہ امامت پنتیس سال ہے آپ کے دوران امامت میں بادشاہان وقت ا۔ منصور عباسی دوانیقی (۱۳۶تا۱۵۸ ۲۔ مہدی عباسی (۱۵۸تا۱۶۹) ۳۔ ہادی عباسی (۱۶۹تا۱۷۰) ہارون الرشید عباسی (۱۷۰تا۱۹۳)اور ہارون الرشید کی حکومت میں اسی کے حکم سے آپ کو زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔

اولاد امجاد: شیخ مفید علیہ الرحمہ کتاب الارشاد ص ۲۸۳ میں لکھتے ہیں کہ آپ کی سینتیس (۳۷)اولادیں ہیں انیس (۱۹) فرزند اور اٹھارہ (۱۸) بیٹیاں جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں ۔ امام علی بن موسیٰ الرضا، ابراہیم، احمد، حسن، حمزہ، زید، اور حضرت فاطمہ معصومہ جو معصومہ قم کے نام سے مشہور ہیں۔

گھٹن کے ماحول میں نور کا طلوع

قارئین! جیسا کہ بتایا جاچکا ہے کہ ۱۴۸ھ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت ہوئی اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ

السلام کی امامت کا آغاز ہوا۔ اور آپ کا دوران امامت چار عباسی خلفاء کی حکومتوں کا ہم عصر تھا۔ اور امام علیہ السلام کی شہادت کے وقت بنی عباس کے مشہور اور ظالم حکمران منصور کے اقتدار کا عروج تھا۔ اور یہ ایک ایسا حکمران تھا جس نے حکومت کے استحکام کیلئے لاتعداد انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اور اس سلسلے میں اس نے صرف شیعیان علی ہی کو اپنے ظلم کا نشانہ نہیں بنایا تھا بلکہ عالم تسنن کے فقہاء اور عظیم شخصیتوں کو بھی معاف نہیں کیا تھا۔ جو بھی اس سے تھوڑا سا اختلاف کرتا اسے فوراً ایذائیں دے کر موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا۔ اس نے حضرت امام ابو حنیفہ کو صرف اس جرم میں کوڑے مروائے اور قید میں ڈالا کہ انہوں نے عراق میں عباسی

حکومت کے خلاف حضرت ابراہیم بن عبداللہ محض کی حمایت کی تھی۔(ملاحظہ ہو تاریخ الخلفاء سیوطی ۲۵۹ مطبوعہ مطبع مثنیٰ بغداد)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے بیس سال کی عمر میں منصب امامت سنبھالا اس وقت اسی ظالم حاکم کی حکومت تھی جو بلا شرکت غیرے پوری اسلامی سلطنت کا حکمران تھا۔ مدینہ کے گورنر محمد بن سلیمان کے ذریعے جب اسے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کا علم ہوا تو اس نے محمد بن سلیمان کے نام خط لکھا اگر جعفر بن محمد (امام جعفر صادق) نے کسی کو اپنا جانشین بنایا ہے تو اسے فوراً دربار میں بلا کر قتل کر دو۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ اسے محمد بن سلیمان کا بغداد میں اس مضمون کا خط ملا۔" جعفر بن محمد نے اپنے رسمی وصیت نامہ میں پانچ افراد کو اپنا وصی قرار دیا ہے۔

۱۔ خلیفہ وقت: منصور دوانقی، ۲ مدینہ کا گورنر محمد بن سلیمان، ۳۔ امام موسیٰ کاظمؑ کے بڑے بھائی عبداللہ بن جعفر بن محمد، ۴۔ حضرت امام موسیٰ کاظم، ۵۔ حمیدہ خاتون، (امام جعفر صادق علیہ السلام کی زوجہ محترمہ) حاکم مدینہ نے خط کے ذیل میں لکھا کہ ان حضرات میں سے کن کو قتل کیا جائے۔ منصور کو ہرگز یہ وہم و گمان بھی نہیں تھا اسے اس طرح کی صورت حال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ وہ غصے میں پاگل ہو گیا اور کہنے لگا۔ انہیں تو قتل نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے ناظرین جانتے ہیں کہ یہ وصیت نامہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک الٰہی حکمت عملی کا شاہکار تھا۔ کیونکہ خود امام علیہ السلام نے اس سے پہلے اپنے حقیقی جانشین اور اپنے بعد ہونے والے امام کے بارے میں اپنے خاص شیعوں اور خاندان علوی کو بتا دیا تھا کہ آپ کے فرزند حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہی ان کے جانشین ہوں گے۔ لیکن چونکہ منصور دوانقی

کے خطرناک اور شیطانی عزائم سے آگاہ تھے لہٰذا ساتویں امام کی جان کی حفاظت کیلئے مذکورہ پانچ افراد کے بارے میں وصیت فرمائی۔

قابل توجہ واقعہ

اس سلسلے میں ایک واقعہ نہایت ہی قابل توجہ ے جو الارشاد شیخ مفید ص ۲۷۲ میں ہے کہ ہشام بن سالم کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کے بعد میں اور محمد بن نعمان المعروف مومن طاق مدینہ میں تھے اور لوگ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بھائی عبد اللہ بن جعفر کے اطراف میں جمع تھے اور کہہ رہے تھے کہ یہی امام ہیں ہم بھی ان کے پاس چلے گئے ہم نے ان سے زکواۃ کے بارے میں سوال کیا انہوں نے کہا کہ " دو سو درہم پر پانچ درہم ہیں ہم نے پوچھا کہ ایک سو درہم پر کتنی ہوں گے۔؟ کہا ڈیڑھ درہم۔ اس پر ہم نے کہا خدا کی قسم " مرجئہ " کا ٹولہ بھی اسی طرح نہیں کہتا۔ انہوں نے کہا بخدا مجھے معلوم نہیں کہ مرجئہ کیا کہتے ہیں؟

قارئین! اس موقعہ پر ہم یہ عرض کرتے جائیں کہ مرجبئہ ایک خود ساختہ مذہبی ٹولہ ہے جن کا نظریہ یہ ہے کہ اگر انسان کا باطن مومن ہو اس کی نجات کے لیے یہی کافی ہے۔ ظاہری اعمال کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اموی حکمرانوں کی سرپرستی میں ایسے مذہبی گروہ کو تیار کیا گیا تھا تاکہ عوام الناس کو باور کرائیں کہ حکام وقت چونکہ دلی طور پر مومن ہیں ان کے لیے ظاہری اعمال کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس طرح سے ان کے تمام اعمال کو شرعی ثابت کیا جاتا تھا۔

بہر حال قارئین! ہشام بن سالم کہتے ہیں کہ ہم جناب عبد اللہ بن جعفر کے ہاں سے اٹھ کر چلے آئے حیران و سرگردان کوئی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کہاں جائیں؟ ایک کوچے میں بیٹھ

کر ہم رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ یااللہ کیا کریں؟ کہاں جائیں؟ فرقہ مرجئہ کے پاس جائیں یافرقہ قدریہ کے پاس؟ فرقہ معتزلہ کے پاس جائیں یازیدیہ کے پاس؟ ہم اسی کیفیت سے دوچار تھے کہ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی اشارے سے مجھے بلا رہا ہے۔ میں نے سمجھا کہ منصور کا کوئی جاسوس ہے کیونکہ منصور کی طرف سے جاسوس مقرر کئے ہوئے تھے کہ جو بھی امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس حاضر ہوتا اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا جاتا اسی خطرے کے پیش نظر میں نے مومن طاق سے کہا: تم میرے پاس سے ہٹ جاؤ، کیونکہ مجھے اپنے اور تمہارے متعلق خطرہ ہے کہ ہمیں گرفتار کر لیا جائے۔ لہٰذا اگر ایسا ہے تو کم از کم تم تو بچ جاؤ۔ یہ بوڑھا فقط مجھے بلا رہا ہے۔

ہشام کہتے ہیں کہ میں اس کے پاس چلا گیا کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ اس کے بلاوے پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے اور موت مجھے سامنے نظر آرہی تھی۔ لیکن وہ بوڑھا مجھے حضرت حضرت امام موسیٰ کاظم کے دروازے پر لے آیا۔ اور خود چلا گیا۔ اتنے میں ایک خادم گھر سے باہر آیا اور کہا خدا کی تم پر رحمت ہو اندر آجاؤ! میں گھر کے اندر چلا گیا۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے کسی مقدمہ کے بغیر فرمایا!! میری طرف میری طرف! نہ مرجئہ نہ قدریہ نہ معتزلہ اور نہ زیدیہ کی طرف!!

میں نے عرض کیا قربان جاؤں! آپ کے والد گرامی کی شہادت ہو چکی ہے؟ فرمایا ہاں! عرض کیا تو پھر ان کے بعد اس امت کا امام کون ہے؟ فرمایا اگر خدا نے چاہا تو وہ تمہیں ہدایت فرمائے گا۔ میں نے کہا: قربان جاؤں آپ کے بھائی عبد اللہ گھر میں بیٹھے کہہ رہے ہیں کہ میں امام ہوں۔ امام نے فرمایا، وہ چاہتے ہیں کہ خدا کی عبادت نہ ہو، میں نے عرض کیا تو پھر ہمارا

امام کون ہے ؟فرمایا: انشااللہ خدا تمہاری ہدایت فرمائے گا۔ میں نے عرض کیا! قربان جاؤں آپ امام ہیں ؟فرمایا میں نہیں کہتا

ہشام کہتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا سوال کا انداز بدل کر ان سے پوچھوں میں نے کہا۔ کیا آپ کا کوئی امام ہے ؟فرمایا نہ۔ان کے اس جواب سے میرے دل پر اس قدر رعب وہیبت طاری ہو گئی جو خدا جانتا ہے۔ میں نے عرض کیا میں آپ پہ قربان جاؤں آیا میں کوئی سوال کر سکتا ہوں ؟ جس طرح آپ کے والد بزگوار سے کیا کرتا تھا؟

امام نے فرمایا پوچھو تمہیں جواب ملے گا۔ لیکن اس راز کو فاش نہ کرنا ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔ چنانچہ میں نے آپ سے کئی سوالات پوچھے جس سے معلوم ہو گیا کہ میں علم کے ایک ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کے سامنے موجود ہوں میں نے عرض کیا کہ آپ کے قربان جاؤں آپ کے والد گرامی کے شیعہ امام کے بارے میں حیران اور سر گردان ہیں آیا اجازت دیتے ہیں کہ میں انہیں آپ کی طرف دعوت دوں ؟فرمایا جس سے کمال ذہانت کو محسوس کر واسے بلاؤ لیکن یہ بھی کہہ دینا کہ اس راز کو فاش نہ ہونے دیں ورنہ انجام قتل ہے۔اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنے گلے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر میں امام سے اجازت لے کر باہر آگیا۔ابو جعفر احول کو دیکھا،اس نے پوچھا کیا خبر ہے ؟ میں نے کہا ہدایت ہے۔اس سے سارا ماجرا بیان کیا اس کے بعد زرارہ اور ابو بصیر سے ملاقات ہوئی ہم سب مل کر پھر امام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ کی گفتگو کو سنا۔اور آپ کی امامت کا یقین کر لیا۔اس کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب سے ملاقات کی اور ان سے تمام ماجرا کو ذکر کیا۔لوگ جوق در جوق امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور آپ کی امامت کا یقین کرنے لگے اور عبداللہ بن جعفر کے پاس

سے لوگ دور ہو گئے صرف عمار ساباطی کا گروہ جو '' فطحیہ '' کہلاتا ہے ان کے پاس باقی رہ گیا۔ اور امام موسیٰ کاظم علیہم السلام پر ایمان نہ لایا۔

کتاب بحار الانوار جلد ۲۷ میں ہے داؤ بن کثیر رقی سے منقول ہے کہ مدینہ سے کوفہ میں ایک شخص ابو حمزہ ثمالی کے پاس آیا، ابو حمزہ نے اس سے پوچھا کیا خبر لائے ہو؟؟ اس نے کہا،، امام جعفر صادق علیہ السلام کا انتقال ہو گیا ہے،، یہ سن کر ابو حمزہ نے ایک دھاڑ ماری اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو پوچھا کہ آیا انہوں نے کسی کو اپنا وصی بھی بنایا ہے؟ کہا ہاں اپنے ایک فرزند عبد اللہ کو دوسرے فرزند موسیٰ کو اور منصور کو،، یہ سن کر ابو حمزہ مسکرایئے اور کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی ھَدَا اِلَی الْھُدیٰ وَبَیَّنَ لَنَا عَنِ الْکَبِیْرِ وَ دَلَّنَا عَلَی الصَّغِیْرِ ، وَاخْفٰی عَنْ اَمْرٍ عَظِیْمٍ ،، خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہمیں راہ ہدایت کی طرف رہنمائی فرمائی ہے، بڑے کو ہمارے لیے واضح کر کے چھوٹے کی راہ دکھلائی ہے۔ اور ایک بہت بڑے امر کو مخفی رکھا ہے۔ اس نے پوچھا اس سے آپ کا کیا مقصد ہے؟ فرمایا: اپنے چھوٹے فرزند جناب امام موسیٰ کو بڑے فرزند عبد اللہ کے ساتھ ملا کر سمجھایا ہے کہ عبد اللہ امامت کے لائق نہیں ہے۔ اور آپ کے جانشین وہی چھوٹے فرزند امام موسیٰ علیہ السلام ہیں اور منصور کے بارے میں وصیت کر کے اپنے حقیقی وصی کو چھپا دیا کیونکہ اگر وہ پوچھے کہ جعفر بن محمد کا وصی کون ہے؟ تو اسے کہیں کہ تم ہو؟

جامعہ امام صادقؑ کے محافظ

حالات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ منصور کی حکومت کے خلاف کسی قسم کی مسلحانہ تحریک کے کسی بھی صورت میں کامیاب ہونے کے کوئی آثار نہیں تھے۔ بلکہ الٹا تباہی اور بربادی کو مول لینا تھا۔ اسی لیے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے بھی اپنے والد بزرگوار

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے علمی منصوبے کو کامیاب کرنے کے لیے کوششوں کو جاری رکھا اور ایک علمی مرکز تشکیل دیا۔ البتہ یہ مرکز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی جامعہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرح وسیع تو نہیں تھا لیکن اس سے ہٹ کر بھی نہیں تھا۔ اور اس میں عظیم شاگردوں اور رجال علم و دانش کی تربیت شروع کر دی۔ شیخ عباس قمی اپنی کتاب " الانوار البھیۃ ص ۱۸۰ میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے خاص دوست اور شیعہ، نیز ہاشمی خاندان کے افراد ان کے حضور زانوئے ادب تہہ کرتے تھے۔ اور آپ کی گہر بار باتوں سے کسب فیض کرتے اور حاضرین کے سوالوں اور امام علیہ السلام کے جوابات کو قلمبند کیا کرتے تھے۔

مشہور دانشور سید امیر علی اپنی کتاب مختصر تاریخ العرب، مترجمہ عفیف بعلبکی ص ۲۰۹ میں لکھتے ہیں " ۱۴۸ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو مدینہ میں شہید کر دیا گیا۔ لیکن خوشی کی بات یہ ہے کہ آپ کا علمی مکتب بند نہیں ہوا بلکہ ان کے فرزند و جانشین موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ذریعہ اپنی اسی آن بان کو محفوظ رکھا۔ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام علمی نقطہ نظر سے نہ صرف اپنے دور کے تمام علماء اور دانشوروں کو اپنے تحت اشعاع قرار دیا ہوا تھا۔ بلکہ اخلاقی فضائل اور برجستہ انسانی صفات کے لحاظ سے بھی زبان زد خاص و عام تھے اس طرح سے کہ وہ صاحبان علم و دانش جو آنجناب کی قابل فخر زندگی سے آشنا ہیں وہ سب آپ کی اخلاقی شخصیت کی عظمت کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں مکتب خلفاء کے مشہور محدث اور دانشور علامہ ابن حجر مکی اپنی کتاب صواعق محرقہ ص ۲۰۳ میں لکھتے ہیں۔

موسیٰ کاظم اپنے والد کے تمام علوم و دانش کے وارث اور انہیں جیسے فضل و کمال کے مالک تھے انہوں نے نادان اور بے سمجھ لوگوں کے رویئے کے مقابلے میں جس عفو و درگذشت

اور تحمل و بربادی کا ثبوت دیا۔ اسی لیے انہیں "کاظم" کہا جاتا ہے ان کے زمانے میں کوئی بھی شخص معارف الٰہی، علم و دانش اور جود و سخا میں ان کا ہم پلہ نہیں تھا۔ چونکہ آپ کے دور امامت میں کسی قسم کی مسلح جدوجہد اور مسلحانہ جہاد ناممکن تھا۔ لیکن منفی مقابلے اور علمی انقلاب اور عوام الناس کی رہنمائی کیلیئے راہ ہموار تھی۔ لہٰذا امام علیہ السلام نے دونوں محاذوں پر اپنی جدوجہد کو جاری رکھا۔ ایک تو منفی جدوجہد یعنی طاغوت کے آگے سر تسلیم خم نہیں کیا دوسرے ظالم اور جابر حکومت سے لوگوں کو متنفر کیا۔

امام کو گرفتار کر کے قید کر دینا، سالہا سال تک قید خانے میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا اور قید خانے ہی میں شہید ہو جانا ہمارے اس دعویٰ کی بین دلیل ہے ہم آگے چل کر تفصیل سے بیان کریں گے کہ امام علیہ السلام نے صفوان جمال کو اپنے کرایہ کے اونٹوں کو فروخت کر دینے پر آمادہ کر لیا تاکہ یہ اونٹ ہارون الرشید کو کرائے پر نہ دے خواہ وہ سفر حج کے لئے ہی کیوں نہ حاصل کرے۔ امام علیہ السلام نے اسے فرمایا: جو شخص ہارون کی بقا چاہتا ہے خواہ کرایہ ادا کرنے کی مدت ہی کے لیے ہو۔ وہ قیامت کے دن اسی کے ساتھ محشور ہو گا۔ جبکہ جدو جہد کا دوسرا راستہ لوگوں کی ہدایت اور تبلیغ، احکام الٰہی کی نشر و اشاعت اور افراد کی تربیت کا راستہ تھا۔ چنانچہ شیخ مفید کتاب الارشاد ص ۲۷۹ میں فرماتے ہیں کہ: لوگوں نے بہت سی روایات کو آپ سے نقل کیا ہے اور آپ اپنے زمانے کے سب سے بڑے فقیہہ تھے۔ مرحوم شیخ طوسی نے رجال کی اپنی کتاب میں دو سو بہتر ۲۷۲ راویوں کا نام ذکر کیا ہے جنھوں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے حدیثوں کو نقل کیا ہے کتب اربعہ، بحار الانوار اور ان جیسی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ احکام، عقائد، اخلاق اسلامی اور تفسیر قرآن کا ایک کافی حصہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ذریعہ ہی سے یہاں منتقل ہوا ہے۔

ہشام کو حضرت امام علیہ السلام کی وصیت جو کافی کی کتاب "العقل والجہل ص ۱۳تا ۲۳ میں اور کتاب تحف العقول میں منقول ہے نہایت ہی اہمیت کی حامل ہے۔ حضرت علی بن جعفر جو آپ کے بھائی اور آپ کے مکتب کے تربیت یافتہ اور آپ کے خواص میں شمار ہوتے ہیں انہوں نے کتاب المناسک والمسائل تحریر کی ہے وہ سب آپ سے نقل کی گئی ہے۔ اور علامہ مجلسی مرحوم نے اسے اپنی کتاب بحار الانوار جلد ۱۰ میں ص ۲۴۹ تا ص ۲۹۱ یعنی اکتالیس صفحوں میں ذکر کیا ہے۔ جس کا عنوان ہے "ما وصل الینا من اخبار علی بن جعفر عن اخیہ موسیٰ علیہ السلام" اور چار سو اٹھارہ سوال وجواب پر مشتمل ہے جو بصورت "سئلتہ۔۔۔ قال" تحریر ہیں۔

شیخ طوسی اپنی کتاب اختیار معرفۃ الرجال میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم اور حضرت امام رضا علیہما السلام کے اصحاب میں سے ایسے فقہاء ہیں جن پر امامیہ کا اتفاق ہے۔ اور ان کے نام یہ ہیں ۱۔ یونس بن عبد الرحمان، ۲۔ صفوان بن یحیٰ، بیاع سابری ۳۔ محمد بن ابی عمیر، ۴عبداللہ بن مغیرہ ۵۔ حسن بن محمود سراد، ۶احمد بن ابی نصر بزنطی۔

قارئین! اس وقت ہم بعض ان بزرگ فقہاء اور محدثین کا ذکر کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں جو حضرت امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم اور امام رضا علیہم السلام کے مکتب کے تربیت یافتہ ہیں۔

۱۔ یونس بن عبد الرحمٰن: جو مولی آل یقطین کے نام سے مشہور ہیں فہرست شیخ طوسی میں ہے کہ انہوں نے احکام دین کے بارے میں تیس سے زیادہ کتابیں جمع اور تالیف کی ہیں۔ شیخ صدوق علیہ لرحمہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن الولید سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا: یونس کی

کتابوں کی تمام روایات صحیح ہیں سوائے ان کے جنہیں صرف محمد بن عیسیٰ بن عبید نے نقل کیا ہے۔

نجاشی اپنی رجال کی کتاب میں کہتے ہیں کہ " ہمارے علماء کے درمیان آپ سب سے مقدم اور عظیم المرتبہ ہیں ہشام بن عبد الملک اموی کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت کا شرف صفا اور مروہ کے درمیان حاصل ہوا لیکن آپ سے کوئی حدیث نقل نہیں کی۔ البتہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایات کو نقل فرمایا ہے حضرت امام رضا علیہ السلام علم اور فتویٰ دینے کے سلسلے میں ان کی طرف اشارہ فرمایا کرتے تھے ابو ہاشم جعفری کہتے ہیں کہ میں نے یونس کی کتاب یوم ولیلۃ کو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے سامنے پیش کیا تو آپ نے فرمایا " اَعْطَاهُ اللهُ بِكُلِّ حَرْفٍ نُوراً فِي الْجَنَّةِ " اللہ کریم نے اسے ہر ایک حرف کے بدلے جنت میں ایک نور عطا فرمایا ہے۔

۲۔ صفوان بن یحیٰ: شیخ طوسی اپنی فہرست میں فرماتے ہیں کہ صفوان بن یحیٰ جو سابری لباس کی خرید و فروخت کیا کرتے تھے اصحاب حدیث کے نزدیک اپنے زمانے کے با وثوق ترین اور عابد ترین انسان تھے۔ روزانہ ڈیڑھ سو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور سال میں تین مہینے روزہ رکھا کرتے تھے اور سالانہ اپنے مال کی زکاۃ تین گنا دیا کرتے تھے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے عبد اللہ بن جندب اور علی بن نعمان نے بیت اللہ میں آپس میں معاہدہ کیا تھا کہ اگر ہم میں سے کوئی ایک دوسروں سے پہلے فوت ہو جائے تو دوسرے دو صاحبان اس کی نمازیں بھی پڑھیں گے۔ روزے بھی رکھیں گے حج بھی کریں گے۔ اور زکواۃ بھی دیا کریں گے۔ چونکہ ان کے دونوں دوست ان سے پہلے اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے

لہٰذا صفوان اپنے عہد پر عمل کرتے رہے۔ صفوان نے حضرت امام رضا حضرت امام محمد تقی جواد اور حضرت امام علی نقی ہادی علیہم السلام سے روایت کی ہے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے چالیس اصحاب سے نقل حدیث کی ہے انہوں نے کافی ساری کتابیں لکھی ہیں اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مسائل اور روایات نقل کی ہیں

نجاشی فرماتے ہیں کہ " صَفْوَانُ بْنُ یَحیٰ ثِقَةٌ عَیْنٍ " یعنی صفوان بن یحیٰ موثق ترین انسان ہیں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کو نقل کیا ہے امام علیہ السلام کے نزدیک آپ کو ایک باشرف مقام حاصل ہے کشی نے انہیں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے رجال میں ذکر کیا ہے حضرت امام رضا اور حضرت امام محمد تقی علیہما السلام کے وکیل بھی رہے ہیں مذہب واقفیہ کی طرف کبھی میلان پیدا نہیں کیا۔ ۲۱۰ ہجری میں وفات پائی۔

۳۔ محمد بن ابی عمیر: ان کے بارے میں نجاشی فرماتے ہیں کہ: بغداد کے رہنے والے تھے نام محمد والد کا نام ابو عمیر اور کنیت ابو احمد تھی۔ انہوں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ملاقات کی اور آپ سے بہت زیادہ حدیثیں نقل کی ہیں بعض احادیث میں امام نے انہیں " ابا احمد " کے ساتھ خطاب کیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام بھی احادیث کو نقل کیا ہے۔ شیعہ سنی ہر دو مکتبہ فکر کے نزدیک عزت کا ایک مقام رکھتے ہیں اور شیخ طوسی فہرست میں ان کے بارے میں فرماتے ہیں " فَکَانَ مِنْ اَوْثَقِ النَّاسِ عِنْدَ الْخَاصَّةِ وَالْعَامَّةِ وَاَنْسَکُهُمْ نَسْکاً "

یہ وہی محمد بن ابی عمیر ہیں جن کے بارے میں ہارون الرشید کو جاسوسی کی گئی کہ وہ عراق میں رہنے والے تمام شیعوں کے نام جانتے ہیں ہارون سے انہیں گرفتار کرنے کا حکم دیا۔

چنانچہ جب وہ گرفتار کر کے ہارون کے پاس لائے گئے تو اس نے کہا" شیعوں کے نام بتاؤ!"
لیکن وہ کچھ نہیں بولے اس نے انہیں برہنہ کر کے الٹا لٹکا کر سو تازیانے مارنے کا حکم کر دیا۔

اس بارے میں خود محمد بن ابی عمیر کہتے ہیں کہ مجھ پر اس قدر تشدد کیا گیا کہ قریب تھا کہ میں وہ نام بتا دیتا، ناگاہ میں نے محمد بن یونس بن عبد الرحمن کی آواز سنی کہہ رہے تھے" ابن ابی عمیر! خدا کا خوف کرو اور اللہ کے حضور اپنے کھڑے ہونے کو خاطر میں لاؤ۔ یعنی یہ دیکھو کہ تم اللہ کے حضور کھڑے ہو!!

ان کے یہ الفاظ میرے دل کیلئے تقویت کا باعث ہوئے لہٰذا میں نے سب اذیتوں کو برداشت کر لیا لیکن ان جلادوں کو کوئی بات نہیں بتائی۔ اور اس بات پر میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں" حالانکہ انہوں نے اس مرتبہ اپنی گرفتاری پر ذہنی اذیتوں اور صدموں کے علاوہ ایک لاکھ درہم کا نقصان بھی اٹھایا۔ امامت امام موسیٰ کاظم کو تسلیم کرنے کی وجہ سے انہیں چار سال تک قید و بند کی صعوبتوں کو بھی برداشت کرنا پڑا۔ ان کی ہمشیرہ نے ان کی کتابوں کو مخفی کرنے کیلئے زمین میں دفن کر دیا جس کی وجہ سے وہ تلف ہو گئیں۔ جبکہ ایک اور قول کے مطابق وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے ان کتابوں کو ایک کمرے میں بند کر کے رکھ دیا تھا کہ محفوظ رہیں مگر بارش نے اس سب کو خراب کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے حافظے کی بنا پر نقل حدیث کیا کرتے تھے۔ اور اصحاب امامیہ ان کی مرسلہ احادیث کو بھی قابل اعتبار سمجھتے ہیں۔

محمد بن ابی عمیر نے بہت زیادہ کتابیں تالیف فرمائی ہیں۔ ۲۱۷ ہجری میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کو کوچ فرمایا۔ ہارون الرشید کے حکم سے سندی بن شاہک نے انہیں ایک سو بیس تازیانے مارے اور زندان میں بھی ڈال دیا۔ اکیس ہزار درہم دے کر قید سے نجات حاصل کی۔

ایک شخص سے دس ہزار درہم لینے تھے جو اس نے ان سے قرض لئے تھے لیکن مانگے نہیں تھے وہ اپنا گھر دس ہزار درہم میں فروخت کر کے یہ رقم ان کی خدمت میں لے آیا۔ اور کہا یہ آپ کا قرض ہے جو میں واپس کر رہا ہوں۔ انہوں نے پوچھا آپ یہ رقم کہاں سے لائے ہیں؟ آیا آپ کو وراثت میں ملی ہے یا کسی نے آپ کو ہبہ کیا ہے۔ اس نے کہا نہ بلکہ میں نے اپنا گھر فروخت کیا ہے اور یہ وہی رقم ہے۔ ابن ابی عمیر نے کہا: ذریح محاربی نے مجھے امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ بات نقل کی ہے کہ " لَا یُخرَجُ الرَّجُلُ مِن مَسْقَطِ رَاسِه بِالدَّيْنِ "یعنی کسی شخص کے مقروض ہونے کی وجہ سے اس کو گھر سے نہیں نکالا جا سکتا لہٰذا میں یہ رقم نہیں لیتا اسے واپس لے جاؤ۔ حالانکہ خدا گواہ ہے کہ مجھے اس وقت ایک ایک درہم کی ضرورت ہے۔

قارئین گرامی!! ملاحظہ فرمایا آپ نے ائمہ اطہار علیہم السلام کی تربیت کا اثر کہ کس قسم کے افراد کی تربیت کی ہے؟ اگر انسان از خود اپنا گھر بیچ کر اپنے قرض خواہ کو پیش کرے تو اس میں حرج کچھ نہیں ہے مگر وہ بزرگوار پھر بھی اس بارے میں احتیاط کر رہے ہیں۔ اور رقم واپس کر رہے ہیں۔

۴۔ ابو محمد عبد اللہ بن مغیرہ بجلی: ان کے متعلق نجاشی اپنی رجال کی کتاب میں فر ماتے ہیں " ثِقَةٌ ثِقَة" نہایت ہی موثق شخصیت تھے۔ عظمت و جلالت، دینداری اور پرہیز گاری میں ان کے برابر کا کوئی شخص نہیں تھا۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے نقل حدیث فرمائی ہے۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے تیس کتابیں بھی لکھی ہیں۔

کشی نے اپنی کتاب رجال میں نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن مغیرہ کہتے ہیں کہ " میں نے واقفیہ کی باتوں کو قبول کر لیا تھا جب مجھے حج کا شرف حاصل ہوا تو اس بارے میں میرے دل میں وسوسہ پیدا ہوا اور میں شک و تردید میں پڑ گیا کہ آیا "واقفیہ" مذہب بر حق ہے؟ چنانچہ ملتزم

کعبہ سے لپٹ کر بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔ میرے اللہ تو میرے مطلوب اور ارادے سے اچھی طرح باخبر ہے، مجھے بہترین مذہب کی طرف راہنمائی فرما!! تو اسی دوران میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی خدمت میں جاؤں۔ چنانچہ میں مدینے آیا اور امام رضا علیہ السلام کے در دولت پر حاضر ہوا۔ آپ کے خادم سے کہا کہ خدمت امام میں جا کر کہو کہ عراق سے ایک آدمی ملنے کیلئے آیا ہے اجازت ہے؟ اسی اثنا میں امام علیہ السلام کی آواز آئی: عبد اللہ بن مغیرہ اندر آجاؤ!! میں اندر چلا گیا۔ جب امامؑ نے مجھے دیکھا تو فرمایا خدا نے تمہاری دعا قبول کرلی ہے اور تمہیں تمہارے دین و مذہب کی رہنمائی فرمادی ہے۔ یہ سن کر میں نے کہا اَشْهَدُ اَنَّكَ حُجَّةُ اللهِ وَ اَمِيْنُهُ عَلٰى خَلْقِهٖ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ حجت خدا ہیں اور خدا کی زمین میں اس کے امین ہیں۔

قارئین محترم!! حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حالات میں بعض اوقات "فرقہ واقفیہ" کا ذکر آجاتا ہے تو اس بارے میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قدرے اختصار کے ساتھ اس کا ذکر ہو جائے کیونکہ اس سے ہمارے بہت سے لوگ بے خبر ہیں۔ چنانچہ معلوم ہونا چاہیے کہ واقفیہ ایک فرقہ ہے جو حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کو آخری امام جانتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ ابھی تک زندہ ہیں وہی مہدی منتظر ہیں۔

اس فرقہ کے بانی خود جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے کوفہ، مصر، خراسان، اور دوسرے مقامات میں موجود نمائندے ہیں جیسے علی بن حمزہ بطائنی، زیاد بن مروان قندی، عثمان بن عیسیٰ رواسی، احمد بن ابی بشر سراج وغیرہ۔

جس زمانے میں امام علیہ السلام ہارون الرشید کی قید میں تھے، اس زمانے میں ان لوگوں کے پاس خمس کی مد میں کافی مقدار مال جمع ہو چکا تھا۔ جب امام علیہ السلام کی شہادت ہو

گئی توانہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگر ہم حضرت امام رضاعلیہ السلام کی امامت کو قبول کرتے ہیں تو یہ سارامال انہیں کو دیناپڑیگا۔ مال کی لالچ نے ان لوگوں کی دل اور سر دونوں کی آنکھوں کو اندھاکر دیا۔ اور انہوں نے امام رضاعلیہ السلام کی امامت کاانکار کر دیا۔ اور منکر امامت ہونے کی وجہ سے دین اور مذہب سے دستبر دار ہو کر خود کو بھی اور دوسرے لوگوں کو بھی ملحد اور زندیق بنادیا۔ امامت کے بارے میں ان کاعقیدہ توآپ نے ملاحظہ فرمالیاعلاوہ ازین وہ تناسخ یعنی آواگون، وحدت الوجواد اور غلو جیسے خرافاتی عقائد کے قائل بھی ہوگئے۔ اور یہ جو شیعوں میں غالیانہ عقائد ہیں یہ ان لوگوں کے داخل کردہ ہیں۔

۵۔ علی بن جعفر صادق علیہ السلام: آپ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بھائی اور آپ ہی کے تربیت یافتہ ہیں جناب علی بن جعفر کو چار اماموں کی زیارت کاشرف حاصل ہے جناب شیخ مفید کتاب الارشاد ص ۲۶۹ میں فرماتے ہیں: کہ حضرت علی بن جعفر راویان حدیث میں سے اور صحیح العقیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑی حد تک پرہیز گار اور کثیر فضائل کے مالک ہیں۔ اپنے بھائی جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ہمراہ رہتے تھے اور آپ سے بہت سی روایات کو نقل فرمایا ہے۔

شیخ طوسی اپنی کتاب " الفہرست " میں لکھتے ہیں علی بن جعفر۔۔ جَلِيْلُ الْقَدْرِ ثِقَةٌ وَلَهُ كِتَابُ الْمَنَاسِكِ وَاَجْوِبَةُ الْمَسَائل "یعنی علی بن جعفر۔۔۔ جلیل القدر اور باوثوق انسان ہیں ان کی ایک کتاب بنام کتاب المناسک واجوبۃ المسائل ہے" جوانہوں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھے اور امام نے ان کے جواب سے نوازا تھا۔

کتاب المناقب جلد ۴ ص ۳۲۵ میں ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ثقہ افراد میں سے ہیں حسن بن علی بن فضال کوفی، داود بن کثیر رقی اور علی بن جعفر صادق علیہ السلام اسی

طرح آپ کے اصحاب خواص میں سے ہیں علی بن یقطین ، ابوالصلت عبداللہ بن سلام اسماعیل بن مہران علی بن مہزیار ریان بن صلت، احمد بن محمد حلبی، موسی بن بکر واسطی اور براہیم بن ابی البلاد کوفی۔

بشر حافی کو امام کا موعظہ

ابو نصر بشر بن حارث المعروف بشر حافی ایک رئیس زادے اور دربار حکومت سے منسلک شخص کی اولاد میں سے تھے۔ جس طرح ایسے لوگوں کا رسم ورواج ہوتا ہے کہ لہو ولعب اور غلط کاموں کے ساتھ مشغول رہیں قبیح اور ناشائستہ کاموں میں مگن رہنا ان کا معمول کا شغل ہوتا ہے۔ ایک دن حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بغداد کی گلیوں میں سے گزر رہے تھے اچانک ایک ایسے گھر سے ان کا گزر ہوا جس کے اندر سے گانے بجانے کی آواز آرہی تھی یہ سن کر امام وہیں پہ رکے ہی تھے کہ اچانک ایک کنیز کوڑا پھینکنے کیلئے گھر سے باہر نکلی، امام علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ اس گھر کا مالک آزاد ہے یا غلام ؟اس نے بتایا کہ آزاد ہے۔امام نے فرمایا" بالکل ٹھیک کہا اگر کسی کا غلام ہوتا تو اپنے آقا سے ڈرتا"

کنیز اندر چلی گئی۔ بشر جو کہ شراب کے دستر خوان پر بیٹھا ہوا تھا۔ پوچھا تم نے اتنا دیر کیوں کر دی ہے ؟اس نے بتایا کہ ایک شخص سے باتیں کر رہی تھی۔ اور اس نے اس طرح کی باتیں کیں۔ بشر اس کے کلام کا مقصد سمجھ گیا۔ فوراً اٹھا اور جوتا بھی نہ سنبھلا ننگے پاؤں امام کے پیچھے دوڑا۔ خدمت میں پہنچا آپ کے ہاتھوں پر توبہ کی اور معافی مانگی بلکہ رو رو کر معافی مانگی۔ انجام کار اس کا شمار اپنے دور کے عابد اور زاہد لوگوں میں ہونے لگ گیا اور وہ دوسروں کو وعظ و نصیحت کرنے لگ گیا۔ کتب اخلاق میں اس کی بہت سی نصیحتیں منقول ہیں کہتے ہیں کہ اس

نے زندگی بھر کبھی پاؤں میں جوتا نہیں پہنا اور ننگے پاؤں ہی چلتا رہا۔ اس لیے اسے '' حافی'' یعنی پا برہنہ کہتے ہیں۔۔

صفوان جمال کو امام کا موعظہ

اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ صفوان بن مہران جمال جو حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا امام نے فرمایا'' صفوان ! تمہارے سب کام ٹھیک ہیں سوائے ایک کام کے'' میں نے عرض کیا: آپ کے قربان جاؤں وہ کونسا کام ہے ؟ ارشاد فرمایا: یہ جو اونٹ تم ہارون کو کرایہ پر دیتے ہو۔۔ میں نے عرض کیا خدا جانتا ہے میں نہ تو تکبر اور فخر و غرور کیلئے ایسا کرتا ہوں نہ ہی شکار اور لعب و لہو کیلئے دیتا ہوں۔ بلکہ صرف مکہ معظمہ کے سفر کیلئے دیتا ہوں پھر یہ کہ میں خود بھی ان اونٹوں کے ساتھ نہیں جاتا بلکہ اپنے غلاموں کو بھیجتا ہوں۔ امام نے فرمایا: صفوان آیا ان کا کرایہ پیشگی لے لیتے ہو یا قرض کی صورت میں ہوتا ہے کہ واپس آکر ادا کر دیں گے۔ میں نے کہا حج سے واپسی کے بعد آکر دیتے ہیں۔ فرمایا تو کیا اس بات کا انتظار کرتے ہو کہ جب تک وہ تمہیں کرایہ ادا نہ کرلے اس وقت تک زندہ رہے ؟ میں نے کہا یہ بات تو ہے۔ تو امام نے فرمایا جو ان کی بقا کا خواہش مند ہوتا ہے وہ انہی کے ساتھ محشور ہو گا۔ اور جو ان کا انجام ہو گا وہ اسی کا انجام ہو گا۔ صفوان کہتے ہیں کہ میں نے جاکر اپنے تمام اونٹ فروخت کر دئے اور ہارون کو جونہی پتا چلا تو اس نے مجھے بلایا اور کہا مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے اپنے تمام اونٹ فروخت کر دئے ہیں سچ ہے ؟ میں نے کہا جی صحیح ہے اس نے پوچھا کیوں ؟ میں نے کہا میں خود بوڑھا ہو چکا ہوں اور ملازمین صحیح طریقے سے کام نہیں کرتے۔ اس نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہے۔

میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تمہیں ایسا کرنے کیلیے کس نے آمادہ کیا ہے ؟ تمہیں موسیٰ بن جعفر (یعنی اس کی مراد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہیں) نے ایسا کرنے کا اشارہ نہیں کیا ہے ؟ میں نے کہا مجھے موسیٰ بن جعفر سے کیا کام ؟ اس نے کہا خاموش رہو۔ خدا کی قسم اگر تمہارے ساتھ ہمارے اچھے تعلقات نہ ہوتے تمہیں ابھی قتل کرا دیتا۔

قارئین محترم ! یہ صفوان بن مہران اسدی یعنی صفوان جمال موثق راویان حدیث میں شمار ہوتے ہیں کوفہ کے رہنے والے تھے۔ ائمہ اطہار علیہم السلام کی احادیث پر مشتمل کتاب بھی تحریر فرمائی ہے۔ ان کے گزر بسر کا ذریعہ اونٹ تھے جن کا وہ کرایہ حاصل کرتے تھے۔ اسی لیے انہیں ''صفوان جمال'' کہتے ہیں۔ یعنی اونٹوں والے صفوان۔ کئی بار وہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو مدینہ سے کوفہ اور بغداد لے آئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضرت سید الشہداء کی زیارت وارث، دعائے علقمہ، اور زیارت رجبیہ حضرت امام حسین علیہ السلام انہی کے ذریعے منقول ہے۔ خدا کی لاکھوں رحمتیں ہوں ایسے خدمتگذاران دین ومذہب پر۔

ایک عمری شخص سے امامؑ کا برتاؤ

ارشاد شیخ مفید ص ۲۷۸ میں ہے کہ مدینہ میں خلیفہ ثانی کی نسل سے ایک شخص رہتا تھا۔ جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اذیت دیا
کرتا تھا۔ وہ جب بھی آپ کو دیکھتا غصے میں آجاتا اور آپ کو اور امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کو ناسزا کہنا شروع کر دیتا تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر ایک دن آپ کے ساتھیوں نے کہا کہ آپ اجازت دیں کہ ہم اسے قتل کر دیں۔ لیکن آپ نے انہیں سختی سے منع کر دیا۔ حضرت نے اس

کے ٹھکانے کے متعلق پوچھا کہ وہ کہاں رہتا ہے تو بتایا گیا کہ وہ مدینہ کے اطراف کے ایک گاؤں میں کاشتکاری کرتا ہے۔ چنانچہ امام علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہو کر اسے دیکھنے کیلئے چلے گئے اتنے میں اس کی کھیتی سے گزرنے لگے تو اس نے شور مچایا کہ میری کھیتی کو پامال نہ کرو۔ مگر امام نے اس کی پرواہ نہ کی اور آگے بڑھتے گئے۔اور اس کے پاس پہنچ گئے۔آپ اس کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے اور اس سے ہنسی مزاح میں مشغول ہو گئے۔ باتوں باتوں میں امام نے اس سے پوچھا کہ تمہاری اس کھیتی پر کتنا خرچہ ہوا ہے؟ اس نے کہا ایک سو دینار۔امام نے سوال کیا کہ اس سے کتنا محصول کی توقع رکھتے ہو؟ کہا میرے پاس غیب کا علم نہیں ہے۔امام نے فرمایا کہ کس قدر توقع رکھتے ہو؟ اس نے کہا دو سو دینار کی۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے اس کی طرف رقم کی ایک تھیلی بڑھادی جس میں تین سو دینار تھے اور فرمایا یہ کھیتی بھی تمہاری اور یہ رقم بھی تمہاری اور جو توقع رکھتے ہو خدا وہ بھی تمہیں عطا کرے۔ یہ دیکھ کر وہ عمری کھڑا ہو گیا اور امام علیہ السلام کے سر کے بوسے لینے شروع کر دیئے اور سابقہ گستاخیوں کی معافی مانگنے لگ گیا۔امام مسکرا دیئے اور مدینہ واپس آ گئے۔ جو نہی مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ شخص مسجد میں بیٹھا کہہ رہا ہے س: اَللّٰہُ یَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ خدا بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کا کام کس سے لے۔اس شخص کے دوست اس کے پاس آکر کہنے لگے " تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تمہارے اندر یہ تبدیلی کیسے آئی ہے؟ اس نے کہا میں نے سب کچھ تمہیں بتا دیا ہے اسی نے میرے اندر تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ پھر اس نے امام کی جان کو دعائیں دینا شروع کر دیں۔ اس کے بعد وہ ایک دوسرے سے الجھ گئے اور جب امام اپنے ساتھیوں کے پاس آئے تو فرمایا کون سا کام اچھا تھا؟ وہی جو تم کہتے تھے یا وہ جو میں نے کیا؟ میں

نے چند سکوں کے بدلے اس کی اصلاح بھی کر دی ہے اور اس کے شر سے نجات بھی حاصل کر لی ہے۔

علی بن یقطین اور امام علیہ السلام

قارئین ! علی بن یقطین رضوان اللہ علیہ ، حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔ان کا نام علی بن یقطین بن موسیٰ بغدادی تھا۔ کوفہ کے رہنے والے تھے بغداد جا کر سکونت اختیار کی۔ ۱۲۴ ہجری میں ولادت ہوئی اور ۱۸۲ میں وفات پائی جب ان کی وفات ہوئی اس وقت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہارون الرشید کے قید خانے میں تھے۔ نجاشی کہتے ہیں ایک مرتبہ امام علیہ السلام نے اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ کر کہا۔ میں ضامن ہوں کہ علی بن یقطین کو کبھی بھی جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔ ایک مرتبہ دیکھا کہ حج کے دنوں میں ڈیڑھ سو افراد علی بن یقطین کی طرف سے حج بجالا رہے ہیں اور تلبیہ کہہ رہے ہیں۔ امام علیہ السلام نے علی بن یقطین سے کہا کہ اگر تم میرے ساتھ ایک کام کا وعدہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ تین باتوں کا وعدہ کرتا ہوں انہوں نے عرض کیا قربان جاؤں وہ کیا ہیں ؟ فرمایا تم یہ وعدہ کرو جب بھی ہمارا کوئی دوست تمہارے پاس کوئی حاجت لے کر آئے اس کا احترام کرو گے۔ اور میں اس بات کا وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں تلوار کی گرمی نصیب نہیں ہو گی۔ یعنی تمہیں تلوار سے قتل نہیں کیا جائے گا۔ کبھی غربت کا منہ نہیں دیکھو گے۔ اور نہ ہی قید خانے کا منہ دیکھو گے۔ اس سے امام عالی مقام کے نزدیک احترام آدمیت کی عظمت کا پتا چلتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ امام علیہ السلام کا ماننے والا ایک شخص بنام ابراہیم جمال جو اونٹ کے ذریعے

بار برادری کا کام کرتا تھا۔ایک حاجت لے کر علی بن یقطین کے پاس ملنے گیا۔ مگر علی نے اسے ملنے کی اجازت نہیں دی اور اسے خالی ہاتھ پلٹا دیا۔

ابراہیم جمال جو اونٹ کے ذریعے باو برداری کا کام کرتا تھا۔ایک حاجت لے کر علی بن یقطین کے پاس ملنے گیا۔ مگر علی نے اسے ملنے کی اجازت نہیں دی اور اسے خالی ہاتھ پلٹا دیا۔

اتفاق سے اسی سال علی بن یقطین حج سے مشرف ہوئے اور پھر مدینہ منورہ میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کیلئے آپ کے در دولت حاضر ہوئے۔ مگر امام علیہ السلام نے انہیں ملنے کی اجازت نہیں دی۔ وہ پھر دوسرے دن حاضر ہوئے اور عرض کیا: مولا ! کس وجہ سے آپ مجھے ملاقات کی اجازت نہیں دیتے؟آخر میرا قصور کیا ہے ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا ”میں نے تمہیں ملاقات کی اجازت اس لیے نہیں دی کہ تم نے ابراہیم جمال کو اپنی ملاقات کی اجازت نہیں دی تھی، خداوند عالم تمہارے کسی بھی عمل کو اس وقت تک قبول نہیں فرمائے گا جب تک تمہیں ابراہیم جمال معاف نہ کرے“

علی بن یقطین نے عرض کیا: میرے سردار ! یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں مدینے میں ہوں اور وہ کوفہ میں ! ! امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کا حل میں بتاتا ہوں اور وہ یہ کہ جب رات ہو جائے تو تم اکیلے ” جنت البقیع“ چلے جاؤ حتیٰ کہ تمہارے کسی ساتھی کو بھی اس بات کا علم نہ ہونے پائے، تمہیں وہاں پر زین کسا ہوا گھوڑا نظر آئے گا۔ وہی تمہیں کوفہ پہنچائے گا۔ علی بن یقطین رات کے وقت جنت البقیع آئے او اسی سواری پر سوار ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد سواری نے انہیں کوفہ میں ابراہیم جمال کے دروازے پر پہنچا دیا۔ علی نے دروازے پر دق الباب کیا۔ ابراہیم نے پوچھا کون ہو؟ کہا علی بن یقطین ہوں، ابراہیم نے اندر سے آواز دی: ” علی بن

یقطین وزیر کا میرے ساتھ کیا کام؟" انہوں نے جواب دیا" بہت بڑا کام ہے ذرا اندر آنے کی اجازت تو دو!! علی بن یقطین کو اندر آنے کی اجازت مل گئی، کہا" ابراہیم میرے مولا جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مجھے شرف ملاقات عطا نہیں فرمایا اور کہا ہے کہ جب تک ابراہیم نہیں معاف کرے گا ہم تمہیں ملاقات کی اجازت نہیں دینگے!!"

ابراہیم نے کہا: میں نے آپ کو معاف کیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے"

علی بن یقطین نے کہا: میں اپنا چہرہ زمین پر رکھتا ہوں تم قدم میرے رخسار پر رکھو! ابراہیم نے کہا: میں ایسا نہیں کر سکتا،، لیکن علی بن یقطین نے اصرار کیا کہ نہیں ایسا تمہیں ضرور کرنا پڑئے گا۔ ابراہیم نے اپنا پاؤں علی بن یقطین کے رخسار پر رکھا علی بن یقطین نے کہا: خدا وند!! تو گواہ رہنا!"

اس کے بعد علی بن یقطین ابراہیم جمال کے گھر سے باہر آگئے گھوڑے پر سوار ہوئے اور راتوں رات اپنے مولا کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ امام نے انہیں شرف باریابی عطا فرمایا اور اظہار مسرت کیا۔

(حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو کتاب بحار الانوار جلد ۴۸ ص ۸۵ منقول از عیون المعجزات)

کتاب ارشاد شیخ مفید میں ہے عبد اللہ بن سنان کہتے ہیں کہ ایک دن ہارون الرشید نے کچھ جوڑے لباس اپنے وزیر علی بن یقطین کو تحفے میں دیئے جن میں ایک شاہی خلعت فاخرہ بھی تھی علی نے یہ سب کچھ اور کچھ مال خمس اپنے آقا و مولا حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں مدینے بھیج دیا۔ امام علیہ نے مال خمس اور لباس کے جوڑے تو اپنے پاس رکھ لیے لیکن اس خلعت کو واپس کر دیا۔ اور ایک خط علی بن یقطین کے نام لکھا کہ اس خلعت کو اپنے پاس سنبھال کر رکھو اسے کبھی اپنے ہاتھ سے جانے نہ دو، کیونکہ بہت جلد تمہیں اس کی ضرورت پیش

آئے گی۔ علی بن یقطین اس ماجرا کی وجہ سے شک میں پڑ گیا اور اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ البتہ خلعت کو خوب سنبھال کر رکھا اور ایک عرصے کے بعد علی بن یقطین اپنے گھریلو ملازم پر ناراض ہو گئے اور اسے اپنی ملازمت سے برخاست کر دیا۔ اس ملازم کو معلوم تھا کہ علی بن یقطین حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے خاص ارادت مندوں میں سے ہیں اور وہ بہت کچھ اپنے مولا کی خدمت میں بھیجا کرتے ہیں خواہ مال امام ہو یا کوئی اور تحفے تحایف اور وہ سب کچھ جانتا تھا۔ چنانچہ اس نے ہارون کے پاس جا کر اسی بات کی چغلی کھائی اور کہا علی بن یقطین امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت کو مانتے ہیں اور ہر سال اپنے مال کا خمس انہیں بھیجا کرتے ہیں اور وہ مخصوص خلعت جو خلیفہ نے انہیں عطا فرمائی ہے وہ انہوں نے امام موسیٰ کاظم کو بھیج دی ہے۔

یہ سنتے ہی ہارون کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور کہا: اس بارے میں ہم پہلے تحقیق کریں گے۔ اگر تمہاری بات سچ ثابت ہوئی تو اسے قتل کر دیں گے ساتھ ہی ہارون نے علی بن یقطین کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب وہ دربار میں آگئے تو ہارون نے ان سے پوچھا کہ جو خلعت میں نے تمہیں عطا کی تھی وہ کہاں ہے؟۔ انہوں نے جواب دیا جناب والا میں نے اسے عطر میں معطر کر کے ایک خاص صندوق میں سنبھال کر رکھا ہوا ہے عام طور پر صبح کے وقت اس صندوق کا دروازہ کھول کر اس خلعت کی زیارت کرتا رہتا ہوں۔ اسے اٹھا کر آنکھوں سے لگاتا اور اسے بوسے دے کر دوبارہ اپنی جگہ پر رکھ دیتا ہوں۔ اور رات کو سونے سے پہلے بھی ایسا ہی کرتا ہوں" ہارون نے کہا: "اسے ہمارے پاس لے آؤ"

کہا: ٹھیک ہے جناب! ساتھ ہی اپنے ایک ملازم سے کہا: میرے گھر کے فلاں کمرے میں چلے جاؤ، اس کی چابی گھر کے چوکیدار سے لے کر دروازے کو کھولو اس کے اندر سے فلاں صندوق کے دروازہ کو کھولنا اور اس سے مہر لگے ہوئے بکس کو اٹھا کر لے آؤ

تھوڑی دیر کے بعد ملازم نے وہ بکس لاکر ہارون کے سامنے رکھ دیا۔ ہارون نے حکم دیا کہ بکس کی مہر کو توڑ کر اس کا دروازہ کھولا جائے، جب دروازہ کھولا گیا تو ہارون نے دیکھا کہ اس کے اندر وہی خلعت عطر میں معطر رکھی ہوئی ہے اور اس کی خوشبو ہر طرف پھیل گئی۔

یہ کیفیت دیکھ کر ہارون کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور حکم دیا کہ اسے دوبارہ اپنی جگہ پر لے جا کر رکھ دیا جائے اور علی بن یقطین سے کہا کہ آپ اپنے کام کو جاری رکھیں اور آئندہ کیلئے تمہارے بارے میں کسی چغل خور کی بات کو نہیں مانوں گا۔ اس کے ساتھ ہی علی بن یقطین کو ایک گرانقیمت انعام سے نوازا۔ اس کے بعد ہارون نے حکم دیا کہ " جس نوکر نے یہ چغلی کھائی ہے اسے ایک ہزار تازیانے مارے جائیں"

جبکہ وہ پانچ سو تازیانے برداشت نہیں کر سکا اور اس کی موت واقع ہو گئی۔ اور امام علیہ السلام کو خدا کے عطا کردہ علم غیب کی وجہ سے علی بن یقطین کو دشمنوں کے شر سے نجات مل گئی۔

وضو کے بارے میں علی بن یقطین کو ہدایات

کتاب ارشاد شیخ مفید ص ۲۷۵ میں ہے کہ محمد بن فضل کہتے ہیں کہ ہمارے دوستوں کے درمیان وضو کے بارے میں ایک روایت میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ کہ آیا پاؤں کا مسح انگلیوں کے سرے سے لے کر پاؤں کی ابھری ہوئی جگہ تک کیا جائے یا ابھری ہوئی جگہ سے انگلیوں کے سرے تک کیا جائے؟

اس سلسلے میں علی بن یقطین نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں تحریر کیا: آپ کے قربان جاؤں، ہمارے دوستوں کے درمیان اس بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا

ہے۔اگرآپ مناسب سمجھیں تواس بارے میں اپنے ہاتھوں سے تحریر لکھ کر ہماری رہنمائی فر مائیں تاکہ ہم اس پر عمل کریں"

امام علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا: " تم نے وضو کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا مجھے پتا چل گیا ہے فی الحال میں تمہیں یہ حکم دیتا ہوں کہ تین دفعہ کلی کرو، تین دفعہ ناک میں پانی ڈالو، تین مرتبہ منہ کو دھوؤ، داڑھی کے بالوں کا اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے خلال کرو، ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ، پورے سر کا مسح کرو، اپنے کانوں کے ظاہر و باطن کا مسح کرو تین مرتبہ اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک دھوؤاس کے علاوہ کچھ نہ کرو"

جب خط علی بن یقطین کے پاس پہنچاتو وہ دریائے حیرت میں غرق ہو گئے کہ ہائیں یہ کیا؟ شیعوں کا وضو تو بالاجماع اس کے برعکس ہے!!!، لیکن پھر کہا: میرے آقا و مولاؑ بہتر جانتے ہیں، جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اور مجھے حکم دیا ہے میں اس کی تعمیل کروں گا۔اسی وجہ سے وہ ہمیشہ امام کے حکم پر عمل کرتے رہے حالانکہ یہ جانتے بھی تھے کہ یہ تمام شیعوں کے طریقہ کار کے بالکل خلاف ہے،اس دوران کچھ لوگوں نے ہارون کے پاس یہ چغلی کھائی کہ "علی بن یقطین رافضی ہے" ہارون نے اپنے کچھ خواص سے کہا" علی بن یقطین کے بارے میں یہ بات عام ہو چکی ہے کہ وہ ہمارے مذہب کے مخالف ہے اور رافضیوں کی طرف اس کا رجحان زیادہ ہے لیکن میں نے آج تک اس کے بارے میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں دیکھی، میں نے کئی مرتبہ جانچا ہے مجھے اس تہمت پر کوئی خاطر خواہ ثبوت نہیں مل سکا۔اب میں چاہتا ہوں کہ اسے ایسے طریقے سے جانچوں کہ وہ ادھر بالکل ہی متوجہ نہ ہو" انہوں نے کہا" امیر المومنین! رافضی لوگ وضو کے بارے میں ہماری جماعت کے مخالف ہیں۔آپ سے اس بارے میں اس کو جانچ سکتے ہیں آپ دیکھیں گے کہ وہ وضو میں اپنے پاؤں کو نہیں دھوئے گا۔

ہارون نے کہا: " بات ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گا اس طرح سے اس کی حقیقت کا علم ہو جائے گا۔ ایک مرتبہ ہارون نے علی بن یقطین کو کسی کام کے کرنے کا حکم دیا اور وہ مجبور ہو گیے کہ اس کے حکم کی بجاآوری کے دوران وہیں پر وضو کریں اور وہیں پر ہی نماز پڑھیں۔

علی بن یقطین کا عام طور پر ہر روز کا معمول تھا کہ اپنی نماز اور وضو کیلئے ایک علیحدہ حجرے میں چلے جاتے تھے لیکن اس دن ایسا نہ کر سکے۔

ہارون مخفی طور پر انہیں دیکھ رہا تھا کہ وہ کیونکر وضو کرتے ہیں؟ اس نے دیکھا کہ وہ تو اسی طرح وضور کر رہے ہیں جس طرح اہل جماعت کرتے ہیں۔ جب اس نے یہ کیفیت دیکھی تو اس سے رہا نہ گیا اور زور سے کہا: " اے علی بن یقطین جو شخص تمہارے بارے میں کہتا ہے کہ تم رافضی ہو، جھوٹ کہتا ہے۔ اس طرح سے علی بن یقطین پر اس کا اعتماد اور بڑھ گیا۔ اور ان کی طرف سے مطمئن ہو گیا۔

پھر تھوڑی مدت کے بعد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف سے انہیں خط ملا کہ: علی بن یقطین! اب کے بعد تم اسی طرح وضو کیا کرو جو خدا نے حکم دیا ہے۔ یعنی امامیہ مذہب کے مطابق۔ تمہارے بارے میں جو اندیشے جنم لے رہے تھے اب دم توڑ گئے ہیں۔

علی بن یقطین کا خاندانی پس منظر

قارئین محترم! مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر اختصار کے ساتھ علی بن یقطین کا خاندانی پس منظر پیش کیا جائے۔ چنانچہ فہرست شیخ طوسی ص ۲۳۴ کے مطابق علی بن یقطین ہمارے ساتویں امام کے ایک برجستہ اور ممتاز شاگرد شمار ہوتے ہیں۔ پاکیزہ اور گرانقدر شخصیت

کے مالک تھے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے نزدیک انہیں خاص مقام و منزلت حاصل تھی اور امام انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

جناب علی بن یقطین ۱۲۴ ہجری میں بنی امیہ کی حکومت کے آخری ایام میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد "یقطین" بنی عباس کے خصوصی طرفدار اور ہوا خواہ تھے۔ اسی لیے بنی امیہ کے آخری تاجدار اس وقت کے بادشاہ "مروان حمار" کی کوشش تھی کہ انہیں گرفتار کیا جائے لیکن وہ روپوش گئے۔

ان کی زوجہ ان کی غیر موجودگی میں اپنے دونو بیٹوں "علی" اور "عبید" کو اپنے ساتھ مدینہ لے گئی اور حکومت بنی امیہ کے سقوط اور بنی عباس کے بر سر اقتدار آنے کے بعد "یقطین" کوفہ واپس آگئے اور بنی امیہ کے سب سے پہلے خلیفہ ابوالعباس عبداللہ بن محمد المعروف "سفاح" کے ساتھ جاملے۔ اور ان کی زوجہ بھی اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ کوفہ واپس آگئی۔

علی بن یقطین نے کوفہ میں پرورش پائی اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام شاگردوں میں شامل ہو گئے۔

علی بن یقطین کا عملی مقام

کتاب رجال نجاشی میں ہے کہ علما و علم رجال اور مورخین کی گواہی کے مطابق علی بن یقطین، حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے برجستہ شاگردوں اور جاں نثار دوستوں میں سے تھے۔ ساتویں امامؑ کی صحبت سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور کافی تعداد میں احادیث نقل فرمائیں۔ البتہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے صرف ایک حدیث نقل کی ہے علی بن یقطین سماجی شخصیت اور شہرت کے مالک تھے۔ اور اپنے زمانے کے علماء اور دانش مندوں میں نمایاں حیثیت

رکھتے تھے۔ انہوں نے کئی کتابیں بھی تالیف فرمائی ہیں جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں: ا۔ ماسئل عنه الصادق علیه السلام من الملاحم یعنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مستقبل کے بارے میں پوچھے جانے والے حادثات اور فتنوں کے بارے میں سوالات۔

۲۔ مناظرۃ الشاك بحضرته یعنی امامؑ کی موجودگی میں ایک شکی انسان کے ساتھ مناظرہ

۳۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے حاصل کیے گئے مسائل۔

علی بن یقطین کی معاشرتی خدمات

علی بن یقطین کو معاشرے میں جو مقام و منزلت حاصل تھی اس سے انہوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور مذہب تشیع کیلئے نہایت ہی گرانقدر خدمات انجام دیں اور جیسا کہ بتایا جاچکا ہے کہ ہارون کے دور حکومت میں شیعیان اہل بیتؑ کیلئے ایک مضبوط قلعے کی حیثیت رکھتے تھے۔

علامہ مجلسی بحار الانوار جلد ۴۸ ص ۱۵۸ میں لکھتے ہیں کہ علی بن یقطین ظاہری طور پر سرکاری واجبات کو شیعوں سے وصول تو کر لیتے تھے لیکن مخفی طور پر انہیں واپس کر دیتے تھے کیونکہ ظاہر ہے کہ ہارون کی حکومت کوئی اسلامی حکومت تھوڑی تھی کہ جس کے قوانین کی پابندی لوگوں پر واجب ہو۔ چونکہ خداوند عالم کی طرف سے حکومت اور ولایت کا اختیار حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو حاصل تھا۔ اور امام علیہ السلام نے اس بارے میں علی بن یقطین کو اجازت دے رکھی تھی اسی لیے وہ شیعیان اہل بیت کے اموال کو واپس کر دیا کرتے تھے۔

علی بن یقطین اور نائبین حج

علی بن یقطین کے قابل فخر تاریخی کارناموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ہر سال کچھ خاص لوگوں کو اپنی نیابت میں حج کیلئے بھیجا کرتے تھے۔اور اختیار معرفتہ الرجال طوسی کے مطابق ہر ایک نمائندے کو دس سے بیس ہزار درہم دیا کرتے تھے۔اور ایسے افراد کی تعداد ہر سال ڈیڑھ سو سے زیادہ ہوتی تھی۔ بلکہ بعض اوقات تو ڈھائی ساڑھے تین سو تک بھی جا پہنچتی تھی۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام میں حج جیسی عبادت کو جو فضیلت حاصل ہے اسے علی بن یقطین کس قدر اہمیت دیتے تھے۔اور اسی سے ان کے ایمان اور پارسائی کا پتہ چلتا ہے۔ لیکن جب ہم نائبین حج کی اس تعداد کو مد نظر رکھتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو اس قدر کثیر تعداد میں مالی معاونت کی طرف نظر کرتے ہیں تو اس کی اہمیت اور عظمت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔اگر ہم نائبین حج کی تعداد اور انہیں ملنے والی رقم کی حد کو درمیانی سطح پر رکھ کر حساب کریں تو معلوم ہو گا کہ سالانہ کس قدر سرمایہ خرچ کیا کرتے تھے؟ مثلاً نائبین کی کم از کم سالانہ تعداد دو سو اور ہر ایک کو ملنے والی رقم کم از کم دس ہزار درہم ہو تو ۱۰،۰۰۰x۲۰۰ جو باہم بیس لاکھ درہم بن جاتی۔یہ اس دور میں کوئی معمولی رقم نہیں تھی۔ علاوہ ازین ہر سال مذکورہ مقدار میں ادا کی جانے والی رقم علی بن یقطین کے سالانہ اخراجات اور خمس وزکواۃ اور دوسرے مستحبی صدقات واخراجات بخشش وہبہ وغیرہ کی ادائیگی کے علاوہ تھی۔

اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ علی بن یقطین کی سالانہ آمدنی کسی قدر ہو گی کہ اس حد تک وہ خرچ کر رہے ہوں گے؟

علماء شیعہ میں سے شیخ بہائی غالبا پہلی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے اس مسئلے کی طرف توجہ فرمائی ہے۔اور وہ اس بارے میں ایک لطیف نکتہ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

” ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے علی بن یقطین کو مسلمانوں کے بیت المال اور خراج میں تصرف کرنے کی اجازت دی ہوئی تھی۔ اور وہ حج کی اجرت کے عنوان سے شیعوں کو یہ رقم دیا کرتے تھے۔ تاکہ مخالفین کو کسی قسم کے اعتراض کا موقع نہ مل سکے اسی لیے حج کیلئے نائبین کی روانگی کا عمل مکمل طور پر ایک منظم اور سوچا سمجھا منصوبہ ہوتا تھا۔ اور وہ یہ کہ اسی عنوان کے پیش نظر شیعوں کی اقتصادی بنیادوں کو مستحکم کیا جائے۔ ہمارے اس دعوے کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ نائبین حج کی فہرست میں ہمیں، عبد الرحمٰن بن حجاج، اور عبد اللہ بن یحیٰ کاہلی جیسی عظیم ہستیوں کے نام ملتے ہیں جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے خاص دوستوں اور مخلص اصحاب میں سے تھے۔ اور حکومت وقت کی طرف سے ٹھکرائے جا چکے تھے۔ اور انہیں ہر قسم کی مراعات سے محروم رکھا گیا تھا۔

قارئینِ محترم! اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے مذکورہ دونوں اصحاب کے بارے میں مختصر طور پر کچھ عرض کیا جائے چنانچہ۔

ا۔ عبد الرحمٰن بن حجاج کا شمار پاکیزہ، برجستہ اور ممتاز شیعوں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کسب فیض کیا۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے فرمایا۔

ا۔ عبد الرحمٰن! اہل مدینہ کے ساتھ علمی بحث و مباحثہ جاری رکھو، کیونکہ میں اس بات کو بہت پسند کرتا ہوں کہ شیعہ افراد میں تم جیسے لوگوں کو موجود رہنا چاہیے“

۲۔ عبد اللہ بن یحیٰ کاہلی کا بھی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ساتھ خصوصی تعلق رہا ہے۔ اور انہوں نے بھی آپ سے کسب فیض کیا ہے۔ اور امام علیہ السلام نے ان کے بارے میں کئی مرتبہ علی بن یقطین کو سفارش کی ہے۔ حتیٰ کہ ایک دن تو امام علیہ السلام نے ان

سے فرمایا:" کاہلی اور اس کے اہل خانہ کی تمام ضروریات پوری کیا کرو، اسکے بدلے میں تمہارے لیے بہشت کی ضمانت دیتا ہوں"

یہی وجہ ہے کہ وہ کاہلی کے، ان کے اہل خانہ کے اور دوسرے رشتہ داروں کے تمام اخراجات ان کی زندگی بھر ادا کرتے رہے۔ اور ان کی کفالت و حمایت سے کبھی دریغ نہیں کیا۔

قارئین محترم! ایک اور نکتہ جو قابل توجہ ہے وہ یہ کہ علی بن یقطین حج کے ایام میں جو نائبین بھیجا کرتے تھے۔ وہ اس لیے تاکہ حج کے بین الاقوامی عظیم اجتماع میں شیعیان اہل بیتؑ کی نمائندگی بھی ہوتی رہے۔ اور اس طرح سے شیعیت کا تعارف ہوتا رہے۔ اور دوسرے اسلامی مکاتب فکر کے ساتھ بحث و مباحثہ اور تبادل افکار کا سلسلہ اور شیعہ علمی امواج کا تسلسل جاری رہے۔

امام علیہ السلام اور درباری علماء

ہمارے ائمہ اطہار علیہم السلام کی پر برکت زندگی کا قابل فخر ترین ایک حصہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے ہمیشہ اسلامی معاشرے میں رائج ناشائستہ افکار و تعلیمات کے حامل درباری فقہاء، محدثین، قاریان قرآن اور قاضیان شریعت سے عوام الناس کو خبردار کرنے اور دور رہنے کی تلقین کی ہے۔ کیونکہ یہ درباری مولوی یا درباری علما وہ تھے جو عوام الناس کو ظالم اور جابر حکمرانوں کی طرف رجوع کرنے کی تگ و دو میں مصروف رہتے اور جو بنی امیہ یا بنی عباس کے حکام کی مرضی اور منشاء ہوتی وہ لوگوں کو اسی کا عادی بنانے اور ان کے غلام بے دام بننے کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ اور ان حکام جور کی حکومت کو تسلیم کرنے اور ان کی اطاعت کرنے کی راہیں ہموار کرتے۔ کیونکہ حکام جور اور دشمنان اسلام جو اسلامی عقیدہ رکھنے والے مسلمانوں پر

حکومت کرنا چاہتے، ان کی کوشش ہوتی کہ لوگوں کو اپنے ہر کام کے شرعی ہونے کیلئے قائل کریں۔ کیونکہ اس وقت تک اوائل اسلام کا زیادہ عرصہ نہیں گزارا تھا۔اور لوگوں کا اسلام کے بارے میں قلبی ایمان۔ یاعقیدہ۔اس وقت تک ان میں پوری قوت کے ساتھ باقی تھا۔

اگر لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ جن ظالموں کی انہوں نے بیعت کی ہے وہ صحیح نہیں ہے اور یہ حکام، رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین بننے کے لائق نہیں ہیں، تو یقیناً کبھی ان کی خلافت اور حکومت کو تسلیم نہ کرتے۔

اگر ہم تمام لوگوں کے بارے میں یہ بات فرض نہ بھی کریں پھر بھی اغلب تعداد میں ایسے لوگ تھے جو اس دور کے خلفاء کی غیر اسلامی نوعیت کو اپنے قلبی ایمان کے ساتھ برداشت کرتے تھے۔ یعنی تصور کرتے تھے کہ ہمارے معاشرے پر حاکم نوعیت ایک اسلامی کیفیت ہے یہی وجہ ہے کہ ظالم حکمران اپنی حکومت کو شرعی رنگ دینے کی کوشش کیا کرتے تھے۔اور اس مقصد کیلئے محدثین اور دینی علماء کو اپنے دربار میں جذب کرنے کی کوشش کرتے تھے۔اور انہیں اس بات کیلئے آمادہ کرتے تھے کہ معاشرے میں ان کی حکومت کو ذہنی اور فکری طور پر قبول کرانے کیلئے جدوجہد کریں۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا دور بھی اسی قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ نہیں تھا، عباسی دربار خلافت نے بہت سے علماء، فقہاء، اور قضاۃ کو اپنا تنخواہ دار رکھا ہوا تھا تاکہ اپنے اقوال اور افعال کو دینی رنگ دینے کیلئے ان کے وجود سے فائدہ اٹھایا جائے۔ایسے لوگوں کا دربار خلافت میں موجود ہونا عوام الناس کے نزدیک اس بات کی دلیل تھی کہ ان کی حکومت شرعی ہے۔ اسی لیے عوام الناس میں ایسی حکومت مقبول ہوتی تھی اور ایسے علماء حکام کے نزدیک محبوب سمجھے جاتے تھے۔

جبکہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے معصوم آباء و اجداد سے احادیث بیان کر کے ایسے دنیا پرست دین فروش نام نہاد علماء کے خلاف بر سر پیکار رہتے تھے اور مسلمانوں کو خبر در فرمایا کرتے تھے کہ وہ اپنے دینی امور میں ایسے لوگوں کی طرف رجوع نہ کیا کریں۔ اور امام علیہ السلام کا یہ اقدام در حقیقت ہارون الرشید کی حکومت کے خلاف ایک قسم کا جہاد تھا۔ یہاں پر ہم بطور نمونہ آپ کی بیان کردہ ایک حدیث کو ذکر کرتے ہیں۔ اور یہ وہ حدیث ہے کہ جسے فضل اللہ راوندی نے اپنی کتاب ''النوادر'' ص۸۷ اور علامہ مجلسی نے اپنی کتاب '' بحار الانوار'' جلد ۲ ص ۳۶ میں نقل کیا ہے کہ

عَن مُوسیٰ بنِ جعفرٍ عَن آبَائہ عَلَیہِمُ السَّلاَمُ، قَال قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہِ وَسَلَّمَ: اَلفُقَھآءُ اُمَناَءُ الرُّسُلِ مَالَمْ یَدْخُلُوا فِی الدُّنْیَا: یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم نے فرمایا فقہاء جب تک دنیا پرستی میں داخل نہ ہوں اس وقت تک انبیاء و رسل کے امین ہیں ۔قِیلَ یَا رَسُولَ اللہ (ص) مَادُخُولُھُم فِی الدُّنیا؟ لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ ص ان کے دنیا میں داخل ہونے کی کیا علامت ہے؟'' قَالَ اِتِّبَاعُ السُّلطَانِ! فرمایا! سالاطین اور حکام وقت کی پیروی۔ ''فَاِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ فَاحذَرُوھُم عَلیٰ اَدیَانِکُمْ'' لہٰذا جب وہ ایسا کرنے لگ جائیں تو تم ان سے اپنے دین کو بچانے کی کوشش کرنا۔

بیت المال کی تاسیس

اگرچہ ظاہری حکومت اور اقتدار ہارون الرشید کے ہاتھ میں تھا لیکن اس کی حکومت صرف ''جسموں'' پر تھی اور '' دلوں'' میں اسے کوئی مقام حاصل نہیں تھا۔ جبکہ دل و جان پر ساتویں امام حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی حکومت تھی۔ اسی قلبی محبت کی وجہ سے

روشن دل اور حق پرست مسلمان اپنا مال خمس اور مسلمانوں کے بیت المال سے متعلق اپنے اموال حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا کرتے تھے آپ کی خدمت میں مختلف مقامات سے بھیجے والے اموال کی کتنا مقدار آپ کے پاس جمع ہو چکی تھی؟ نمونے کے طور وہ اعداد و شمار آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔

بوقت شہادت مبلغ ستر ہزار دینار آپ کے نمائندہ اور وکیل زیاد بن مروان قندی کے پاس موجود تھے۔ اور مبلغ تیس ہزار دینار آپ کے ایک اور نمائندہ اور وکیل علی بن حمزہ کے پاس تھے۔ اسی طرح تیس ہزار دینار مصر میں آپ کے نمائندہ اور وکیل عثمان بن عیسیٰ رواسی کے پاس تھے۔ البتہ اس کی تفصیل آگے چل کر حضرت امام رضا علیہ السلام کی سیرت کے بارے پیش کی جائے گی۔ لیکن یہاں پر یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ: جب یہ سارے کا سارا مال بیت المال سے تعلق رکھتا تھا تو امام علیہ السلام نے اسے مستحقین کے درمیان تقسیم کیوں نہیں کر دیا تھا؟"

اس کا جواب شیخ طوسی علیہ الرحمہ کی کتاب "الغیبہ" ص ۲۳ میں یوں دیا گیا ہے کہ مرحوم شیخ صدوق اپنی کتاب عیون اخبار الرضا (ع) جلد ۲ ص ۱۰۴ میں لکھتے ہیں کہ "حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شخصیت ایسی نہیں تھی جو مال کو اپنی ذات کیلئے جمع کرتی۔ اصل حقیقیت یہ ہے کہ یہ مال ہارون الرشید کی حکومت میں اور امام کے دشمنوں کی کثرت کے باوجود جمع ہو گیا تھا۔ اور امام علیہ السلام کے لیے ناممکن تھا کہ اس تمام مال کو علی الا علان اس کے مستحقین تک پہنچائیں" اس لیے صرف مختصر سی تعداد تک پہنچاتے تھے جن پر سو فیصد وثوق اور اعتماد تھا۔ کہ جن کی خبر کا ہارون تک پہنچنا ناممکن تھا۔

اسی وجہ سے یہ مال جمع ہوتا رہا اور امام علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ ہارون کے جاسوسوں کو اس بات کا علم ہو جائے کہ مال آپکے پاس آرہا ہے اور لوگ آپ کو امام مانتے ہیں اور آپ ہارون کے خلاف قیام کے مقدمات فراہم کر رہے ہیں

اگر یہ مشکل پیش نظر نہ ہوتی تو امام علیہ السلام یہ تمام مال اپنی زندگی ہی میں مستحقین میں تقسیم کر دیتے۔

علاوہ ازین یہ تمام مال صرف غرباء و مساکین ہی سے متعلق نہیں تھا۔ بلکہ اس کا ایک اہم حصہ خود امام علیہ السلام کی ذالت کیلیئے بھی تھا جو آپ کے عقیدت مند آپ کی خدمت میں تحفے تحائف اور ھدیوں کی صورت میں ارسال کیا کرتے تھے۔

بھیانک سازش

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مختلف اوقات میں ہارون الرشید کی قید میں پابند سلاسل رہے۔ اور آخری چار سال کا عرصہ آپ کی قید کا سخت ترین عرصہ تھا۔ اور اسی عرصے میں آپ نے ہارون کے قید خانے میں شہادت پائی اور اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ امام علیہ السلام کا قید ہونا جہاں خود امام کیلیئے مایہ اعزاز ہے وہاں آپ کے شیعوں کیلیئے بھی کوئی کم افتخار نہیں ہے۔ کیونکہ اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بزرگوار نے قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کرنا گوارا کر لیا لیکن ظالم اور جابر حکمران کی حکومت کو کبھی شرعی حکومت قرار نہیں دیا۔ آپ کا قید ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے وقت کے کسی ظالم حکمران کے آگے سر تسلیم خم نہیں کیا۔ لیکن جو لوگ ہارون کی حکومت کے بارے میں مختلف تاویلین کر کے اسے شرعی حکومت ثابت کیا کرتے تھے ان کے پانچوں گھی میں تھے ان کا شمار خلیفہ کے مقربین بارگاہ میں ہوتا تھا اور اس

کے گنج قارونی سے صبح وشام بہرہ مند ہوتے تھے۔افسوس ہے اُن اَن پڑھ اغیار پرست دشمنان دین پر جو یہ کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہارون الرشید سے مالی امداد لیا کرتے تھے۔اگرایسا ہے تو پھر آپ ہارون کے قید خانے میں اس عرصے تک قید کیوں رہے؟قید خانے میں زنجیروں اور ہتھکڑیوں میں آپ کی شہادت کیوں ہوئی؟ یا یہ کہ صفوان بن مھران جمال کو موعظہ کیوں کیا کہ اپنے اونٹ ہارون کو کرایہ پر نہ دیا کریں اور انہوں نے اپنے سب اونٹ فروخت کر دئے تو ان سب باتوں کو کہاں کیا جائے گا؟

قارئین گرامی!اب ہم حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے قید ہونے کے اسباب کو تفصیل سے بیان کریں گے۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ اپنی کتاب ’’الارشاد‘‘ میں لکھتے ہیں کہ ’’ ہارون الرشید نے اپنے ایک بیٹے کی تربیت جعفر بن محمد بن اشعث کے سپرد کی۔لیکن ہارون کے وزیر اعظم یحیٰ بن خالد برمکی کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ سخت پریشان ہو گیا۔اور کہا۔اگر ہارون کے بعد تاج خلافت اس کے بیٹے کے سر پر رکھ دیا گیا تو وہ اپنے استاد ہی کو اپنا وزیر اعظم بنائے گا۔اور حکومت میرے خاندان سے باہر چلی جائے گی‘‘

یحیٰ بن خالد برمکی نے مکارانہ سازش کے تحت جعفر بن محمد بن اشعث کے ساتھ مراسم بڑھانا اور اس کے ہاں آنا جانا شروع کر دیا۔اس سے وہ جعفر کے دل کی باتوں اور رازوں کو حاصل کر کے ہارون تک پہنچانے کی کوشش کرتا اور کچھ باتیں اپنی طرف سے بھی بڑھا چڑھا کر پیش کرتا۔جس کی وجہ سے وہ ہارون کے دل کو تبدیل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ایک دن یحیٰ بن خالد برمکی نے اپنے قابل اعتماد دوستوں سے کہا کہ ’’ آپ مجھے آل ابی طالب سے کوئی ایک

شخص بتائیں جو کم مایہ اور غریب ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے ذریعہ اپنے مقصود و مطلوب کو حاصل کروں"

انہوں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بھتیجے حضرت اسماعیل کے صاحبزادے علی بن اسماعیل کے بارے میں مشورہ دیا۔ چنانچہ یحیٰ برمکی نے کچھ رقم اس کے پاس بھیجی اور اسے بغداد آنے کی دعوت دی۔ چنانچہ علی بن اسماعیل نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا اور آمادہ سفر ہو گیا۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے پوچھا کہ بغداد کس لیے جا رہے ہو؟ اس نے کہا غریب آدمی ہوں ساتھ ہی مقروض بھی ہوں اپنے قرض ادا کرنے اور اپنی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے جارہا ہوں"

امام نے فرمایا: ایسا مت کرو، میں تمہارا قرض بھی ادا کروں گا اور دیگر مالی ضروریات کو بھی پورا کروں گا تم بغداد نہ جاؤ!! مگر اس نے امام کا کہنا نہ مانا اور سفر پر جانے کیلیے تیار ہو گیا۔ امام نے اسے ایک مرتبہ پھر اپنے پاس بلایا اور پوچھا واقعاً بغداد جا رہے ہو؟" اس نے کہا: کیا کروں مجبوراً جانا پڑ رہا ہے! یہ سن کر امام نے فرمایا! بھتیجے! اگر اب تیار ہو بھی چکے ہو تو خدا سے ڈرو اور میرے بچوں کو یتیم نہ کرو۔ پھر حکم دیا کہ اسے تین سو دینار اور چار ہزار درہم دیئے جائیں

قارئین! یاد رہے سونے کے ایک تولہ سکے کو دینار کہتے ہیں اور چاندی کے ایک تولہ سکے کو درہم کہتے ہیں جب وہ یہ رقم لے کر چلا گیا تو امام علیہ السلام نے حاضرین بزم سے فرمایا: " خدا کی قسم! یہ شخص میرے بارے میں چغل خوری کرے گا جس کی وجہ سے میرا خون بہایا جائے گا اور میرے بچے یتیم ہو جائیں گے"

حاضرین نے عرض کیا: ’’ ہم آپ کے قربان جائیں ۔ پھر آپ اس کے ساتھ اس قدر کیوں احسان فرمارہے ہیں ؟‘‘امام علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے لیکن وہ قطع رحمی کرے لیکن پھر اس کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے مگر وہ اس کی قدر نہ کرے بلکہ قطع رحمی کرے تو خداوند عالم اس کی جڑیں کاٹ دیتا ہے‘‘

غرض جب علی بن اسماعیل بغداد پہنچا تو یحیٰ برمکی اسے ملنے کیلئے آیا اس سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حالات دریافت کیے پھر یہ حالات اس نے ہارون سے بیان کیے اور ساتھ ہی اپنی طرف سے بہت سی باتوں کا اضافہ بھی کیا: اس کے بعد اس نے علی بن اسماعیل کو امام علیہ السلام کے بارے میں پٹی پڑھائی اور پھر اسے ہارون کے پاس لے گیا۔ہارون نے اس سے اس کے چچا یعنی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بارے میں کچھ سوالات کیے :

اس نے کہا: ’’ شرق و غرب عالم‘‘ سے ان کے پاس مال کی ریل پیل ہے۔ تیس ہزار دینار کا زرعی رقبہ خرید کر لیا ہے جس کا نام ’’ یسیر‘‘ رکھا ہوا ہے۔رقبے کی خریداری کے وقت فروخت کرنے والے نے کہا ہے مجھے یہ سکے نہیں چاہیں بلکہ دوسرے اعلیٰ قسم کے سکے دیئے جائیں۔ تو انہوں نے اس کے اس مطالبے کو بھی پورا کردیا۔اس کی زبانی یہ حالات سننے کے بعد ہارون نے حکم دیا کہ اسے دولاکھ درہم دیئے جائیں۔اور اس رقم کی ادائیگی فلاں علاقے میں کی جائے۔ چنانچہ رقم کے حصول کیلئے وہ کچھ لوگوں کے ساتھ وہاں گیا۔اسی اثنا میں اسے رفع حاجت کی ضرورت پیش آئی جب وہ وہاں گیا تو اس کے پیٹ پر ایسا زور آیا کہ پیٹ پھٹ گیا اور انتڑیاں شکم سے باہر آگئیں۔اسے اسی حالت میں گھر لے آئے۔ جان کنی کی نوبت آگئی اور آخری سانسیں لے رہا تھا کہ رقم بھی پہنچ گئی۔یہ دیکھ کر اس نے کہا’’ رقم کو کیا کروں گا، میں تو اب اس دنیا سے ہی جارہا ہوں !!‘‘

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را　　　چندان امان نداد کہ شب راسحر کند

دیکھاآپ نے کہ پروانے کے خون ناحق نے شمع کواس قدر مہلت نہ دی کہ رات کو ختم کرکے سپیدہ سحر تک پہنچ جائے۔

غرض اسی سال ہارون حج کی ادائیگی کی غرض سے بغداد سے روانہ ہواپہلے مدینہ پہنچا اور مسجد نبوی میں آکر حضور پاک ص کی قبر سے مخاطب ہو کر دکھاوے کے طور پر کہا" یارسول اللہ میں موسیٰ بن جعفر (یعنی موسیٰ کاظم علیہ السلام) کی گرفتاری کی آپ سے معذرت چاہتاہوں کیونکہ وہ آپ کی امت میں افتراق پیدا کررہے ہیں اور مسلم امہ کا ناحق خون بہاناچاہتے ہیں!!" اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ امام علیہ السلام کو گرفتار کر لیا جائے۔امام اس وقت مسجد ہی میں تشریف فرماتھے۔انہیں گرفتار کرکے گورنر ہاؤس مدینہ میں لایا گیا۔پھر ہارون کے حکم سے آپ کو زنجیروں میں جکڑ لیا گیا۔اور فوری طور پر دو محمل تیار کئے گئے اور کچھ ملازمین کو حکم دیا گیا کہ ان محملوں کے ساتھ چلیں۔

ایک کو بصرہ کی طرف روانہ کیا گیا۔اور امام علیہ السلام کو اسی میں سوار کیا گیا۔اور دوسرے کو بغداد کی طرف بھیج دیا گیا۔لیکن لوگوں کو معلوم نہ ہو سکا کہ امام کس محمل میں سوار ہیں ہارون نے حکم دیا کہ انہیں کو بصرہ کے گورنر عیسیٰ بن جعفر بن منصور کے پاس لے جایا جائےاور وہ امام کو اپنی نگرانی میں قید خانے میں قید کردے۔

امام ایک سال تک عیسیٰ بن جعفر کی قید میں رہے ایک سال بعد عیسیٰ کو ہارون نے خط لکھا کہ وہ امام کو شہید کردے۔عیسیٰ نے اس بارے میں اپنے خاص دوستوں سے مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے؟ سب نے اسے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔لہٰذا اس نے ہارون سے اس بارے میں

معذرت طلب کرلی اور کہا" موسیٰ کاظم ایک طویل عرصے تک میرے پاس قید میں ہیں۔ میں نے خود بھی اور اپنے جاسوسوں کے ذریعہ بھی ان کی مکمل نگرانی کی ہے۔ وہ عبادت کرتے کرتے تھکتے نہیں۔ میں نے کبھی ان سے آپ کے بارے میں اور خود میرے بارے میں بد دعا کرتے نہیں سنا۔ بلکہ ہر وقت وہ خدا سے رحمت اور مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں، اگر آپ مجھ سے واپس لیتے ہیں بہتر ورنہ میں انہیں رہا کر دوں گا۔ کیونکہ اب مجھے ان کو مزید قید میں نہیں رکھا جا سکتا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت امام علیہ السلام کو لوگوں نے یہ مناجات کرتے ہوئے سنا۔

''اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اِنِّی كُنتُ اَسئلكَ اَن تَفْرَغَنِی لِعِبَادَتِكَ اَللّٰھُمَّ وَ قَدْ فَعَلْتَ فَلَكَ الْحَمدُ'' بار الہا! تو اچھی طرح جانتا ہے کہ میں تجھ سے سوال کیا کرتا تھا کہ مجھے اپنی عبادت کیلئے فراغت کا وقت عطا فرما، تو بار الہا تو نے مجھے دیدیا پس تیرے لیے حمد ہے۔

یہ خط پڑھ کر ہارون نے حکم دیا کہ امام علیہ السلام کو بصرہ کے گورنر سے تحویل لے کر بغداد لایا جائے۔ اور فضل بن ربیع کی تحویل میں دے دیا جائے۔ چنانچہ ایک عرصہ دراز تک امام اس کی تحویل میں رہے ہارون نے اس سے کہا کہ وہ امام کو شہید کر دے۔ لیکن اس نے بھی بصرہ کے گورنر کی طرح حضرت کے شہید کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ جس کی وجہ سے ہارون نے امام علیہ السلام کو فضل بن یحیٰ کے سپرد کر دیا۔ اس نے امامؑ کو اپنے گھر میں قید کر دیا اور آپ پر پہرے دار مقرر کر دیئے۔

امام عالی مقام فضل بن یحیٰ کی قید میں شب و روز عبادت الٰہی سے سروکار رکھتے تھے۔ رات کو نماز، تلاوت کلام الٰہی اور دعا میں مشغول رہتے یہاں تک کہ تہجد کا وقت ہو جاتا نماز تہجد

کے بعد صبح کی نماز ادا کرتے اور سارا دن روزے سے رہتے۔ البتہ فضل بن یحییٰ نے آپ پر سختی نہیں کی بلکہ آپ کا احترام بھی کرتا تھا۔ فضل بن یحییٰ کے اس رویہ کی رپورٹ جاسوسوں نے ہارون کو پہنچائی جبکہ اس وقت وہ ''رقہ'' شہر میں تھا۔ اس نے وہیں سے فضل بن یحیٰ کے نام خط لکھا جس میں اسے سخت تنبیہ کی گئی ساتھ ہی اس نے فضل سے یہ بھی کہا کہ وہ امام علیہ السلام کو شہید کر دے۔ لیکن فضل نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے ہارون کو فضل بن یحیٰ پر سخت غصہ آیا۔

اس نے اپنے پیشکار ''مسرور'' نامی شخص کو اپنے ہاں بلایا اور کہا کہ جتنا جلدی ہو سکے تم بغداد جاؤ۔ اور فضل بن یحیٰ کے گھر جا کر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو دیکھو کہ اگر وہ اس کے گھر میں آرام و آسائش سے رہ رہے ہیں تو ہمارا یہ خط عباس بن محمد کو دے دو اور اس سے کہو کہ وہ خط کے مضمون پر عمل کرے۔

مسرور بغداد آیا اور سیدھا فضل بن یحیٰ کے گھر چلا گیا، کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ کس لیے گھر میں گھس آیا ہے۔ پھر وہ اس کمرے میں گیا جہاں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام رہ رہے تھے۔ اس نے دیکھا کہ امام وہاں تو سکون سے رہ رہے ہیں۔ اس کے بعد فوراً وہ عباس، محمد اور سندی بن شاہک کے پاس چلا گیا اور ان میں سے ہر ایک کو ہارون کا خط دیا۔

عباس بن محمد نے خط پڑھتے ہی فوراً فضل بن یحیٰ کو اپنے پاس بلایا اور حکم دیا کہ اس کے کپڑے اتار دیئے جائیں اور ساتھ ہی سندی بن شاہک کو حکم دیا کہ فضل بن یحیٰ کو ایک سو تازیانے مارے۔ چنانچہ سندی نے اسے سو تازیانے مارے فضل کے چہرے کی کیفیت بدل گئی اور دماغ پر اثر ہو گیا۔ اور حواس باختگی کے عالم میں ہر ہر آدمی کو سلام کرنے لگا اور اسی حالت میں وہ

وہاں سے باہر نکل گیا۔ مسرور نے یہ سب ماجرا ہارون کو لکھ بھیجا اس نے حکم دیا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو سندی بن شاہک کی تحویل میں دیدیا جائے۔

ہارون نے دربار لگایا اور اس میں لوگوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی اس نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا" لوگو! فضل بن یحیٰ نے میری نافرمانی کی ہے اور میری اطاعت سے روگردانی کی ہے لہٰذا میں اس پر لعنت کرتا ہوں اور تم بھی اس پر لعنت کرو"

سب لوگوں نے مل کر بلند آواز کے ساتھ اس پر لعنت بھیجی۔ فضل کے باپ یحیٰ بن خالد کو ماجرا کا علم ہو گیا۔ اور وہ سیدھا ہارون کے پاس چلا گیا اور جس دروازے سے دوسرے لوگ عام طور پر داخل ہوتے تھے اس کی بجائے دوسرے مخفی دروازے سے اندر پہنچ گیا ہارون کو پھر بھی اسکے آنے کا پتہ نہ چل سکا۔ یحیٰ نے ہارون سے کہا: یاامیر المؤمنین! میری بات سنئے" یہ سن کر ہارون گھبرا گیا، اور اس کی طرف متوجہ ہوا۔ یحیٰ نے کہا میرا بیٹا فضل جوان اور کم تجربہ ہے آپ مجھے جو حکم کریں تعمیل کے لیے حاضر ہوں۔

یہ سن کر ہارون کا چہرہ کھل اٹھا اور وہ بہت خوش ہوا اور لوگوں سے کہا" فضل نے توبہ کرلی ہے ار ہماری اطاعت کی طرف واپس آگیا

ہے لہٰذا تم اس سے راضی ہو جاؤ اور اسے اپنا دوست بنالو سب نے مل کر کہا: " امیر المؤمنین!
ہم ہر اس شخص کے دوست ہیں جس کے آپ
دوست ہیں اور ہر اس شخص کے دشمن ہیں جس کے آپ دشمن ہیں!

جب امام علیہ السلام سندی بن شاہک کے قید خانے میں تھے اس وقت ہارون نے ایک خوبصورت کنیز قید خانے میں آپ کی خدمت میں بھیجی اس عنوان کے ساتھ کہ وہ آپ کی خدمت کرے گی۔ لیکن حقیقت میں اس کا مقصد امام علیہ السلام پر تہمت لگانا تھا۔ لیکن امام علیہ

السلام نے یہ کہہ کر اسے واپس کر دیا کہ مجھے نہ تو اس کی ضرورت ہے اور نہ اس جیسی کسی اور عورت کی ضرورت ہے۔ یہ سن کر ہارون کو غصہ آگیا اور اپنے ملازم کو کہا کہ موسیٰ بن جعفر سے جا کر کہو کہ " ہم نے نہ تو آپ کو آپ کی مرضی کے مطابق گرفتار کیا ہے اور نہ ہی آپ کی مرضی کے مطابق زندان میں ڈالا ہے اب یہاں پر بھی آپ کی مرضی نہین چلے گی یہ کہہ کر کنیز کو ان کے پاس چھوڑ کر آجاؤ!"

ملازم نے ہارون کے حکم کی تعمیل کی اور واپس آگیا بعد میں ہارون نے کسی کو بھیجا تا کہ وہ یہ دیکھے کہ کنیز کس حال میں رہ ہی ہے۔ اس نے جو نہی نگاہ کی تو دیکھا کہ وہ سر سجدے میں رکھے ہوئے کہہ رہی ہے " سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ سُبْحَانَكَ سُبْحَانَكَ"۔

ہارون نے کہا: موسیٰ بن جعفر نے اس پر جادو کیا ہے اس کو میرے پاس لے آؤ، کنیز کو جب ہارون کے پاس لایا گیا تو وہ کانپ رہی تھی اور اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھائی ہوئی تھیں ہاورن نے اس سے پوچھا کہ ماجرا کیا ہے؟ تو اس نے کہا: کہ میں امام کے پاس کھڑی ہوئی تھی میں نے دیکھا کہ وہ شب و روز نماز کے لیے کھڑے ہیں اور جب نماز سے فارغ ہوتے ہیں تو خدا کی تسبیح و تقدیس بجالاتے ہیں۔

میں نے ان سے کہا میرے مولا! کوئی حاجت ہو بیان فرمائیں میں بجالانے کیلئے حاضر ہوں "انہوں نے کہا میری کونسی ضرورت پوری کرو گی؟ میں نے کہا کہ مجھے آپ کی خدمت کیلئے یہاں بھیجا گیا ہے انہوں نے کہا" تو پھر یہ کس لیے ہیں؟؟ اسی دوران مجھے ایک باغ نظر آیا کہ جس کی ابتداء ار انتہا کی کوئی حد نہیں تھی جس میں ریشم کے گاؤ تکیے بچھے ہوئے تھے ایسے غلام اور کنیزیں نظر آرہی تھیں کہ جن کی زیبائی اور خوبصورتی بے نظیر تھی اور نہ ہی ان کے لباس جیسا کسی کا لباس ہے، سبز حریر کا لباس زیب تن کیے ہوئے تھیں دّر اور یاقوت سے مرصع تاج ان کے

سروں پر تھے ان کے ہاتھوں میں ریشمی رومال تھے، وہاں پر انواع واقسام کے کھانے رکھے ہوئے تھے جن کو دیکھ کر میں سجدے میں گر گئی اور اس خادم نے مجھے آکر اٹھایا۔

یہ سن کر ہارون آگ بگولہ ہو گیا اور غصے سے کہا: اے خبیث عورت! شاید تم نے یہ سب مناظر خواب میں دیکھے ہوں؟ کنیز نے کہا: میرے آقا! مجھے خدا کی قسم میں نے پہلے باغ کو بیداری کی حالت میں دیکھا پھر سجدے میں گری اور میرے سجدے کی وجہ بھی یہی تھی"

یہ سن کر ہارون نے خادم سے کہا: اس خبیث عورت کو لے جاؤ اور کسی کو اس سے بات کرنے کی اجازت نہ دو" کنیز نے اپنے گھر میں نماز کو باقاعدگی سے ادا کرنا شروع کر دیا۔ اور جب بھی کوئی اس سے اس بارے میں پوچھتا تو وہ کہتی کہ " میں نے اللہ کے اس نیک بندے کو اسی حالت میں دیکھا ہے اور باغ میں جو کنیزیں تھیں انہوں نے مجھے ڈانٹ کر کہا" اے فلاں! اس عبدالصالح" یعنی اللہ کے نیک بندے سے دور ہو جا ہمیں اسی کیلیے پیدا کیا گیا ہے نا کہ تجھے" اس کے بعد وہ کنیز زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہی اور اس دنیا سے چل بسی (اس بارے میں ملاحظہ ہو کتاب مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۲۹۷)

کتاب الانوار البھیہ ص ۹۵ میں ہے کہ سندی بن شاہک کا بیان ہے کہ ہارون الرشید نے میرے پاس ایک خادم کو بھیجا تا کہ ہم دونوں جا کر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا حال دریافت کریں چنانچہ ہم قید خانے میں موسیٰ بن جعفر کے پاس چلے گئے امام نے خادم سے کہا: " کیسے آئے ہو؟ اس نے کہا کہ مجھے خلیفہ نے آپ کے پاس آپ کی حالت معلوم کرنے کیلئے بھیجا ہے" امام نے فرمایا: اس سے جا کر کہہ دینا کہ میری تنگی کا ہر دن بھی گزر رہا ہے اور تمہاری خوشی کا ہر روز بھی گزر رہا ہے آخر ایک دن ہم اور تم ایک جگہ جمع ہونگے اور اس دن باطل کے پیروکار سخت خسارے میں ہوں گے اور نقصان اٹھائیں گے۔

اسی کتاب انوار بہیہ میں ہے کہ فضل بن ربیع اپنے باپ ربیع سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ حضرت موسیٰ کاظم سندی بن شاہک کی قید میں تھے ہارون نے اس وقت مجھے ابوالحسن موسیٰ بن جعفر کے پاس بھیجا میں قید خانے کے اندر چلا گیا اس وقت امام نماز پڑھ رہے تھے آپ کا رعب اس قدر تھا کہ میں ان کے اجازت کی بغیر نہیں بیٹھ سکتا تھا لہٰذا تلوار کے سہارے کھڑا رہا۔ جب آپ ایک نماز سے فارغ ہوتے دوسری نماز شروع کر دیتے۔ جب میرے توقف کو کافی دیر ہو گئی تو مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں ہارون اس بارے میں مجھ سے جواب طلبی نہ کرلے چنانچہ جب آپ نماز کے سلام کے قریب پہنچے تو میں نے اپنی بات شروع کر دی۔ انھوں نے میری طرف توجہ کی۔ البتہ روانہ ہوتے وقت ہارون نے مجھ سے کہا تھا کہ ان سے بات کروں تو یہ نہ کہوں " امیر المومنین" نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ بلکہ یہ کہوں کہ آپ کے بھائی نے مجھے آپ کے پاس روانہ کیا ہے۔ وہ آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھے آپ کی طرف سے کچھ باتیں معلوم ہوئی تھیں جنھوں نے مجھے پریشان کر دیا تھا۔ اسی لیے میں آپ کو مدینہ سے یہاں لے آیا۔ لیکن میں نے تحقیق کی ہے اور معلوم ہوا ہے کہ یہ سب افواہیں تھیں اور ان میں کوئی صداقت نہیں ہے۔ آپ کی طرف جھوٹی نسبت دی گئی ہے۔ اب میں نے سوچا ہے کہ آپ کو مدینہ واپس بھیج دوں یا یہیں اپنے پاس رہنے دوں، میں نے مناسب یہی سمجھا ہے کہ اگر آپ یہیں قیام کریں تو یہ میرے لیے ذہنی آسودگی کا باعث ہو گی اور جھوٹی تہمتیں لگانے والوں کے منہ بھی بند ہو جائیں گے ادھر یہ بات بھی ہے کہ ہر انسان کیلئے ایک مخصوص غذا ہوتی ہے جو اس کی طبیعت کے موافق ہوتی ہے۔ شاید مدینہ میں آپ کسی مخصوص غذا کے عادی ہوں جو یہاں مہیا نہ ہو سکتی ہو لہٰذا اس بارے میں میں نے ربیع کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے آپ جو مناسب سمجھیں بیان فرمائیں اس پر عمل کیا جائے گا۔ بالکل صاف صاف بتائیں۔

ربیع کہتا ہے کہ جب میں نے ہارون کا یہ پیغام امام کی خدمت میں پہنچایا تو انہوں نے میری طرف توجہ کیے بغیر صرف دو کلموں میں یہ جواب دیا۔ ''لاَ حَاضِرُ مَالِی فَیَنْفَعُنِی وَلَمْ اَخْلُقْ سَؤُولًا'' یعنی نہ تو مال میرے اختیار میں ہے کہ اس سے بہرہ مند ہو سکوں اور نہ ہی ایسا شخص ہوں کہ کسی سے سوال کروں آپ نے یہ کہا اور اللہ اکبر، کہہ کر نماز شروع کر دی۔

ربیع کا کہنا ہے کہ میں ہارون کے پاس آگیا اور اس سے تمام ماجرا بیان کیا۔ اس پر ہارون نے کہا اس بات کا کسی سے اظہار نہ کرنا چنانچہ جب تک ہارون زندہ رہا میں نے یہ واقعہ کسی کو نہیں بتایا

مظلوم امام کی دردناک شہادت

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ایک طویل عرصے تک ہارون کے قید خانے میں مقید رہے آخر کار آپ کو کھجوروں میں زہر ملا کر شہید کر دیا گیا سندی بن شاہک کا قید خانہ بہت سخت تھا جس میں امام کو ایک عرصے تک رکھا گیا تھا اس بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ امام علیہ السلام کو ''المُعَذَّبُ فِی قَعْرِ السُّجُونِ وَظُلَمِ المَطَامِیرِ'' زندان کیا تھا زمین میں ایک تاریک کنوان تھا جس میں امام پر تشدد کیا جاتا تھا۔

آخر کار ہارون نے سندی بن شاہک کو کچھ زہر آلود کھجوریں بھجوائیں اور حکم دیا موسیٰ بن جعفر کو کھلائی جائیں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو ہر حالت میں یہ زہر آلود کھجوریں کھلائی گئیں پست فطرت ظالم سندی بن شاہک بار بار اصرار کرتا رہا کہ آپ ساری کھجوریں کھائیں مگر امام نے چند ایک دانے کھائے اور فرمایا جو دانے میں نے کھائے ہیں اس سے تمہارا مقصد پورا ہو گیا ہے۔

ادھر ظالم یہ بھی چاہتے تھے کہ آپ کی شہادت کو طبعی موت بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا جائے لٰہذا اس بارے وہ سر گرم ہو گئے چنانچہ سندی ملعون نے اسی ۸۰ لوگوں کو اپنے پاس بلایا اور زندان میں لے جا کر امام علیہ السلام کے قریب جا کھڑا کیا اور کہا: "آپ لوگ اچھی طرح دیکھ لیں کہ اس شخص کے جسم پر کوئی زخم یا چوٹ ہے؟ کیونکہ لوگوں نے مشہور کر دیا ہے کہ ان پر تشدد کیا گیا ہے آپ اچھی طرح یہ بھی دیکھ لیں کہ یہ ان کا مکان اور یہ ان کے وسائل زندگی ہیں ۔امیر المؤمنین ہارون ان کے بارے میں کسی قسم کی غلط سوچ نہیں رکھتے وہ چاہتے ہیں کہ سفر سے واپس آکر ان سے تبادلہ خیال کریں۔آپ خود ان سے پوچھ لیں ان پر کسی قسم کا دباؤ ڈالا گیا ہو یا تشدد کیا گیا ہو؟ وہ خود ہی بتائیں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم سب امام کی طرف دیکھنے لگ گیے فضل اور اس کا مقام و منصب ہمیں اپنی طرف متوجہ کرنے لگا۔اس دوران امام نے فرمایا: ظاہری طور پر میرے لیے کیے گیے سہولتوں کے اسباب وہی ہیں جو سندی بن شاہک نے بتائے ہیں۔ لیکن مجھے کھجور کے نو دانوں کے ذریعہ زہر دیا گیا ہے جس سے کل کے دن میرے جسم کا رنگ سبز ہو جائے گا اور اس کے دوسرے دن اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا" یہ سن کر سندی بن شاہک تھر تھر کانپنے لگ گیا۔کیونکہ امام کی شہادت کا منصوبہ فاش ہو گیا۔

غرض جب امام کو زہر دیا گیا امام کی حالت غیر ہونے لگی تن بدن میں زہر کی حرارت پیدا ہو گئی اور تین دن تک آپ تیز بخار میں مبتلا رہے جسم کی رنگت سبز ہو گئی۔ روایت کے مطابق " بَقِی ثَلَاثاً مَوعُوکاً " تین دن تک بخار کی شدت میں تڑپتے رہے۔آخر کار زہر ہلاہل نے اپنا اثر دکھایا اور آپ اس دنیا سے رخصت ہو گئے.اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ"

اس وقت قید خانے میں تن تنہا تھے، موقع پر کوئی رشتہ دار دوست و غم خوار موجود نہیں تھا، عمر بن واقد روایت کرتا ہے کہ ایک رات مجھے سندی بن شاہک نے بلا بھیجا، میں سمجھ گیا کہ آج خیر نہیں ہے میں نے اپنی بیوی کو ضروری وصیتیں کیں اور "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ" کہہ کر اس کی طرف چل پڑا جب اس کے پاس پہنچا تو اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا" ابو حفص! گویا ہم نے تمہیں پریشان اور متفکر کیا ہے" میں نے کہا جی ایسا ہی ہے، اس نے کہا: گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں پریشان نہ ہو" میں نے کہا: تو پھر اس وقت کسی کو میرے گھر بھیجو تاکہ میرے اہل خانہ کو جا کر تسلی دے، اس نے کہا ٹھیک ہے!"

پھر اس نے مجھے کہا: ابو حفص! موسیٰ بن جعفر کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا: واللہ انہیں اچھی طرح جانتا ہوں! ایک عرصے تک میری ان کے ساتھ آشنائی اور رفاقت رہی ہے، اس نے کہا، بغداد میں جو لوگ اسے پہچانتے ہیں اور ان کی بات قابل قبول بھی ہے وہ کون ہیں؟ میں نے کچھ لوگوں کے نام بتائے اور ساتھ سمجھ گیا کہ امام کی شہادت ہو گئی ہے۔ اور جن لوگوں کے نام میں نے اسے بتائے اس نے فوراً ان کو بلایا اور ان سے بھی ان لوگوں کے نام پوچھے جو امام کو پہچانتے تھے۔ تو انہوں نے بھی کچھ افراد کے نام بتائے۔ سندی نے ان سب کو بھی بلا بھیجا، صبح تک ہم لوگوں کی تعداد پچاس سے زیادہ تک پہنچ گئی جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو پہچانتے اور ان کے ساتھ کچھ عرصہ رہ چکے تھے۔

جب ہم نے صبح کی نماز پڑھ لی تو سندی کا ایک منشی ہمارے پاس آیا اس کے ہاتھ میں کاغذ کا پلندہ تھا اس نے اس میں ہمارے نام اور پتے لکھے پھر سندی کے پاس واپس لوٹ گیا۔ اس کے بعد سندی بذات خود ہمارے پاس آیا اور میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا" ابو حفص! اٹھو!! میں اٹھ کھڑا ہوا میرے دوسرے ساتھی بھی میرے ساتھ کھڑے ہو گئے جب ہم ایک

کمرے میں پہنچے تو اس نے کہا ابو حفص! موسیٰ بن جعفر کے سر سے چادر کو ہٹاؤ،، میں نے کپڑے کو ہٹایا تو دیکھا کہ امام اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں رونے لگا اور ۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ '' کہا

سندی نے میرے دوسرے ساتھیوں سے کہا: تم بھی اسے اچھی طرح دیکھو انہوں نے بھی ایک ایک کر کے انہیں اچھی طرح دیکھا، اس کے بعد سندی نے کہا: آیا گواہی دیتے ہو کہ یہی موسیٰ بن جعفر ہیں ؟ سب نے کہا ہاں ! اس نے پھر اپنے ایک غلام سے کہا کہ : امام کی ستر پوشی کر کے دوسرا تمام لباس اتار دو، اس نے ایسا کیا،

سندی نے کہا؛ آیا ان کے بدن پر کوئی زخم یا تشدد کا کوئی نشان دیکھتے ہو ؟ ہم نے کہا نہیں ! گویا انہیں طبعی موت آئی ہے'' اس کے بعد اس نے کہا تھوڑا صبر کرو تا کہ اسے غسل دیدیا جائے ہم اس کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کرتے ہیں، چنانچہ ہماری موجودگی میں انہیں غسل و کفن دیا گیا اور نماز پڑھی گئی۔

کتاب عیون اخبار الرضا جلد ا ص ۱۰۴ میں ہے کہ مسیب کہتے ہیں، موقع پر موجود لوگ بظاہر یہ دیکھ رہے تھے امام کو دوسرے لوگ غسل و کفن دے رہے ہیں لیکن حقیقت میں ایک نادیدہ شخصیت یعنی امام رضا علیہ السلام نے انہیں خود غسل و کفن دیا اور ان پر نماز پڑھی۔

بحار الانوار جلد ۴۸ ص ۲۷۰ میں ہے کہ علی بن حمزہ بطائنی جو امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کا منکر تھا اس نے آپ سے کہا کہ : آپ کے آبا و اجداد سے ہم نے سنا ہے کہ امام کی تجہیز و تکفین اور نماز اسی جیسا امام ہی انجام دیتا ہے، مگر آپ کے والد کی تو کسی امام نے تجہیز و تکفین اور نماز ادا نہیں کی ؟ تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: مجھے بتاؤ, حضرت حسین بن علی علیہ السلام امام تھے یا نہیں ؟ اس نے کہا: تھے, تو آپ نے پوچھا: ان کی تجہیز و تکفین اور نماز کا اہتمام کس نے

کیا؟اس نے کہاامام سجاد علیہ السلام نے آپ نے پوچھاوہ تو ابن زیاد کی قید میں تھے۔اس نے کہاوہ اس مقصد کے لیے کربلا آئے اور یہ سب کام انجام دیئے مگر لوگ نہیں سمجھتے تھے۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: اگر امام سجاد علیہ السلام کوفہ سے کربلا آکر اپنے والد گرامی کی تجہیز و تدفین اور نماز ادا کر سکتے ہیں تو کیا موسیٰ بن جعفر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے جانشین کی قدرت میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ بغداد آئے اور یہ کام انجام دے۔ جبکہ وہ کسی کی قید میں بھی نہ ہو؟؟

فرقہ واقفیہ کے شکوک و شبہات کو دور کرنے کے لیے ضروری تھا کہ خداوند عالم لوگوں پر اتمام حجت کرے تاکہ آپ کی شہادت سب لوگوں پر عیاں ہو جائے۔ اور یہ ایک مصیبت تھی جو آپ کی دوسری مصیبتوں میں اضافہ کے طور پر تھی۔ اسی لیے کہ جب امام مظلوم کی شہادت ہو گئی اور آپ کے جنازے کو ایک تابوت میں رکھ کر بغداد کے پل پر رکھ دیا گیا تو سندی بن شاہک نے اعلان کیا کہ یہ رافضیوں کا امام ہے اسے جو دیکھنا چاہے آکر دیکھ لے۔ ہارون کے ایک چچا نے جن کا نام سلیمان بن ابی جعفر ہے اور عباسی سلطنت کے ایک رکن تھے جب یہ اعلان سنا تو اپنے محل سے باہر آکر اپنے غلاموں سے پوچھا: یہ کیسا اعلان ہو رہا تھا؟ انہوں نے کہا: سندی بن شاہک لوگوں کو موسیٰ بن جعفر کے جنازہ دیکھنے کے لیے پکار رہے تھے۔ سلیمان نے اپنے بیٹوں اور غلاموں سے کہا: اگر جنازے کو یہاں سے گزرا جائے تم ان سے جنازہ لے لو اگر نہ دیں تو اس سے زبردستی چھین لو خواہ انہیں مارنا بھی پڑے۔ چنانچہ امام موسیٰ کاظم کا جنازہ ان سے لے لیا گیا اور ایک چوراہے پر رکھ کر اعلان کیا گیا: جو شخص طیب ابن طیب کی زیارت کرنا چاہتا ہے وہ آئے اور اپنے امام کی زیارت کر لے: لوگوں نے جب یہ اعلان سنا تو جوق در جوق

مظلوم امام کی زیارت کیلئے آنے لگ گئے ۔ اور امام کی زیارت سے شرفیاب ہونے لگے۔ایک کہرام برپا تھا فضا میں عزاداری امام کی صدائیں گونجنے لگ گیں۔

اس کے بعد سلیمان نے ڈھائی ہزار دینار سے خریدا ہوا کفن امام کو دیا جس پر پورا قرآن لکھا ہوا تھا اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی جنازے کی پیدل مشایعت کی کہا جاتا ہے کہ سلیمان کے ساتھ امام کے ماننے والوں کی ایک عظیم تعداد نے بھی مشایعت کی اور بڑی شان سے جنازہ اٹھایا گیا اور مقابر قریش میں آپ کو دفن کر دیا گیا۔ جسے اب کاظمین کہا جاتا ہے." اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ "